بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 69

ایڈیٹر منصور احمد

نائب تنویر احمد ناصر ایم اے

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

شمارہ 40

شرح چندہ

سالانہ 700 روپے

بیرونی ممالک

بذریعہ ہوائی ڈاک

50 پاؤنڈیا

80 ڈالر امریکن

یا 60 یورو

www.akhbarbadrqadian.in

13 / صفر 1442 ہجری قمری • 1 / اخاء 1399 ہجری شمسی • 1 / اکتوبر 2020ء

ارشاد باری تعالیٰ

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ

فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ

وَمَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ

عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا (النساء:81)

ترجمہ: جو اِس رسول کی پیروی کرے تو اُس نے اللہ کی پیروی کی اور جو پھر جائے تو ہم نے تجھے ان پر محافظ بنا کر نہیں بھیجا۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر وعافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 25 / ستمبر 2020 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) ٹلفورڈ، برطانیہ سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت وتندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ وناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین۔

کسی کو استخفاف کی نظر سے نہ دیکھا جاوے، دل شکنی نہ کی جاوے

جماعت میں باہم جھگڑے فساد نہ ہوں، دینی غریب بھائیوں کو کبھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو

مال ودولت یا نسبی بزرگی پر بے جا فخر کر کے دوسروں کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھو، خدا تعالیٰ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو متقی ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

اخلاقی حالت ایسی درست ہو کہ کسی کو نیک نیتی سے سمجھانا اور غلطی سے آگاہ کرنا ایسے وقت پر ہو کہ اسے برا معلوم نہ ہو۔ کسی کو استخفاف کی نظر سے نہ دیکھا جاوے۔ دل شکنی نہ کی جاوے۔ جماعت میں باہم جھگڑے فساد نہ ہوں۔ دینی غریب بھائیوں کو کبھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ مال ودولت یا نسبی بزرگی پر بے جا فخر کر کے دوسروں کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھو۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو متقی ہے، چنانچہ فرمایا اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات: 14) دوسروں کے ساتھ بھی پورے اخلاق سے کام لینا چاہئے۔ جو بد اخلاقی کا نمونہ ہوتا ہے وہ بھی اچھا نہیں۔ ہماری جماعت کے ساتھ لوگ مقدمہ بازی کا صرف بہانہ ہی ڈھونڈتے ہیں۔ لوگوں کیلئے ایک طاعون ہے۔ ہماری جماعت کیلئے دو طاعون ہیں۔ اگر کوئی جماعت میں سے کوئی ایک شخص برائی کرے گا، تو اس ایک سے ساری جماعت پر حرف آئے گا۔ دانشمندی، حلم اور درگزر کے ملکہ کو بڑھاؤ۔ نادان سے نادان کی باتوں کا جواب بھی متانت اور سلامت روی سے دو۔ یاوہ گوئی کا جواب یاوہ گوئی نہ ہو۔ میں جانتا ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں بھی کچھ ایسی ہی حکمت عملی تھی کہ...... باوجودیکہ وہ ایسی نرم تعلیم دیتے تھے پھر بھی یہود انہیں دم نہ لینے دیتے تھے۔ اُس وقت کی موجودہ حالت انجیل کی تعلیم ہی کو چاہتی ہوگی۔ اس وقت ہماری جماعت کی حالت بھی قریباً ویسی ہی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مارٹن کلارک عیسائی کے مقدمہ میں محمد حسین نے بھی اسی کی گواہی دی۔ اب سمجھ لو کہ قوم سے بھی کوئی امید نہیں ہے۔ رہی گورنمنٹ اس کو بھی بدظن کیا جاتا ہے اور گورنمنٹ کسی حد تک معذور بھی ہے اگر خدانخواستہ وہ بدظن ہو کیونکہ عالم الغیب نہیں ہے، اس لئے ہم کو اکثر مرتبہ گورنمنٹ کے حضور خاص طور پر میموریل بھیجنے پڑے اور اپنے حالات سے خود اس کو مطلع کرنا پڑا تا کہ اس کو صحیح اور سچے واقعات کا علم ہو۔ مناسب ہے کہ ان ابتلا کے دنوں میں اپنے نفس کو مار کر تقویٰ اختیار کریں۔ میری غرض ان باتوں سے یہی ہے کہ تم نصیحت اور عبرت پکڑو۔

دنیا فنا کا مقام ہے۔ آخر مرنا ہے، خوشی دین کی باتوں میں ہے۔ اصل مقصد تو دین ہی ہے۔ (ملفوظات، جلد 1، صفحہ 193 تا 194، مطبوعہ قادیان 2018)

صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورتوں کی انسانیت کو نمایاں کر کے دکھایا

بعض مغرب زدہ نوجوان تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ عورتوں کو حقوق عیسائیت نے ہی دیئے ہیں حالانکہ عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں اسلام نے جو وسیع تعلیم دی ہے عیسائیت کی تعلیم اس کے پاسنگ بھی نہیں

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَلَہُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡہِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ میں عام قانون بتایا کہ مردوں اور عورتوں کے حقوق بحیثیت انسان ہونے کے برابر ہیں جس طرح عورتوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ مردوں کے حقوق کا خیال رکھیں اسی طرح مردوں کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق ادا کریں اور اس بارہ میں کسی قسم کا ناواجب پہلو اختیار نہ کریں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے عورتوں کے کوئی حقوق تسلیم ہی نہیں کئے جاتے تھے بلکہ انہیں مالوں اور جائدادوں کی طرح ایک منتقل ہونے والا ورثہ خیال کیا جاتا تھا اور اُن کی پیدائش کو صرف مرد کی خوشی کا موجب قرار دیا جاتا تھا حتّٰی کہ مسیحی جو اپنے آپ کو حقوقِ نِسوان کے بڑے حامی کہتے ہیں اُن کے پاک نوشتوں میں بھی عورت کی نسبت لکھا تھا: ’’البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہئے کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اُس کا جلال ہے مگر عورت مرد کا جلال ہے‘‘ (کرنتھیوں باب 11، آیت 7) اسی طرح لکھا تھا: ’’اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے‘‘ (تمطاؤس باب 2، آیت 12)

صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورتوں کی انسانیت کو نمایاں کر کے دکھایا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے عورتوں کے بلحاظ انسانیت برابر کے حقوق قائم کئے اور وَلَہُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡہِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ کی تفسیر لوگوں کے اچھی طرح ذہن نشین کی۔ آپ کے کلام میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق اور ان کی قابلیتوں کے متعلق جس قدر ارشادات پائے جاتے ہیں ان کا دسواں حصّہ بھی کسی اور مذہبی پیشوا کی تعلیم میں نہیں ملتا۔ آج ساری دنیا میں یہ شور مچ رہا ہے کہ عورتوں کو ان کے حقوق دینے چاہئیں اور بعض مغرب زدہ نوجوان تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ عورتوں کو حقوق عیسائیت نے ہی دیئے ہیں حالانکہ عورتوں کے حقوق کے سلسلہ میں اسلام نے جو وسیع تعلیم دی ہے عیسائیت کی تعلیم اس کے پاسنگ بھی نہیں۔

عربوں میں رواج تھا کہ ورثہ میں اپنی ماؤں کو بھی تقسیم کر لیتے تھے مگر اسلام نے خود عورت کو وارث قرار دیا۔ بیوی کو خاوند کا، بہن کو باپ کا اور بعض صورتوں میں بہن کو بھائی کا بھی۔

غرض فرمایا وَلَہُنَّ مِثۡلُ الَّذِیۡ عَلَیۡہِنَّ یعنی انسانی حقوق کا جہاں تک سوال ہے عورتوں کو بھی ویسا ہی حق حاصل ہے جیسے مردوں کو۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں اور عورتوں کو یکساں احکام دیئے ہیں اسی طرح انعامات میں بھی انہیں یکساں شریک قرار دیا ہے اور جن نعماء کے مرد مستحق ہونگے اسلامی تعلیم کے ماتحت قیامت کے دن وہی انعامات عورتوں کو بھی ملیں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے نہ اس دنیا میں انکی کوئی حق تلفی کی ہے اور نہ اگلے جہان میں انہیں کسی انعام سے محروم رکھا ہے۔ ہاں آپ نے اس بات کا بھی

باقی صفحہ نمبر 7 پر ملاحظہ فرمائیں

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کہے تو تم آمین کہو۔ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہو گیا، اسکے جو گناہ ہو چکے ہوں ان کی مغفرت کی جائے گی۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت پہنچے جب آپؐ رکوع میں تھے تو انہوں نے صف میں شامل ہونے سے پہلے رکوع کر دیا اور اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ آپؓ کو نیکی کی حرص اور زیادہ دے۔ پھر ایسا نہ کرنا۔

(حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: امام مالکؒ اور بہت سے دیگر فقہاء جائز سمجھتے ہیں کہ اگر مسجد میں داخل ہونے والا سمجھے کہ صف میں شامل ہونے تک امام رکوع سے کھڑا ہو جائے گا تو وہ جہاں ہے وہیں رکوع کر لے اور پھر ایسی حالت میں صف کے ساتھ جا ملے۔ امام شافعیؒ اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اکیلے شخص کیلئے مکروہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ان کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے۔ محولہ بالا حدیث سے امام شافعی کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرہؓ کے شوق کو سراہا اور دعا دی۔ مگر آئندہ کیلئے ممانعت فرمادی۔ نماز میں طمانینت ووقار ومتانت کی اشد ضرورت ہے اور یہ فعل ان باتوں کے منافی ہے)

(صحیح بخاری، جلد 2، کتاب الاذان، مطبوعہ قادیان 2006ء)

اس شمارہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامی چیلنج (اداریہ)

خطبہ جمعہ فرمودہ 11 / ستمبر 2020ء (مکمل متن)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (از نبیوں کا سردار)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (از سیرۃ المہدی)

مستورات سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ بلجیم 2004

مستورات سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی 2003

خطبہ جمعہ بطرز سوال وجواب

وصایا ودعائے مغفرت | خلاصہ خطبہ جمعہ

جمیل احمد ناصر، پرنٹر وپبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِي العَالَمِ ۞ شَرَّ السُّمُوْمِ عَدَاوَةُ الصُّلَحَاءِ

نشان نہ دکھا سکنے کی صورت میں
ایک سو روپیہ یا ایک ماہ کی تنخواہ کا دوگُنا بطور حرجانہ دینے کا وعدہ

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نشان دکھانے کا یہ چیلنج اپنی کتاب "شحنۂ حق" میں دیا ہے۔ آپؑ نے اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ میں پے در پے متعدد چیلنج مخالفین کو دیئے۔ کئی رنگ میں مقابلہ کی دعوت دی۔ مباہلہ کے لئے بلایا۔ صداقت کے متلاشی کو نشان دکھانے کا وعدہ فرمایا۔ لیکن کسی نے بھی کوئی چیلنج قبول نہیں کیا۔ کتاب کے آخر میں آپؑ نے یہ اشتہار دیا کہ آریوں اور وید کے عقائد کی تردید میں جو دلائل اس کتاب میں دیئے گئے ہیں اگر کوئی بھی آریہ یا ہندو اُن دلائل کو توڑ کر دکھلا دے تو اُسے پانچ سو روپے انعام دیا جائیگا۔ لیکن آپؑ نے پورے یقین اور وثوق سے یہ بھی فرمادیا کہ کوئی آریہ اس کتاب کا ردّ نہیں لکھ سکتا کیونکہ سچ کے مقابل پر جھوٹ کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

"یہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ ایک بندۂ خدا فضلِ ایزدی سے قوت پا کر بدمذہبی اور بدعقیدگی کے دُور کرنے کیلئے کھڑا ہوگیا ہے اور تائید ربانی نے اسکی تقریر اسکی تحریر اسکی زبان اس کے بیان میں کچھ ایسی تاثیر و برکت رکھی ہے کہ وہ ایک تیز آگ کی طرح جھوٹ کو بھسم کرتی جاتی ہے تب انکی جانوں پر لرزہ پڑتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ حق کا شعلہ ایسی ترقی پکڑ جائے کہ ہمارے ناپاک اصولوں اور عقیدوں کو جو مذہب کی بنیاد سمجھے جاتے ہیں بالکل نیست و نابود کردے۔ تب یہ لوگ اول تو یہ سوچتے ہیں کہ کسی طرح گالیوں اور بدزبانیوں سے اس سچے ریفارمر اور مصلح کا مونہہ بند کیا جائے اور جب پھر اس پر کچھ اثر مترتب نہیں ہوتا تو پھر بہتانوں اور بے جا الزاموں سے یہ مطلب نکالنا چاہتے ہیں تا اگر وہ اپنے کام سے باز نہیں آتا تو لوگوں کو ہی اس پر بداعتقاد کریں اور اس طرح اسکی کارروائی میں خلل انداز ہوجائیں پھر اگر یہ تدبیر بھی بےسود جاتی ہے تو آخر اس کی جان پر حملہ کرتے ہیں۔" (شحنۂ حق رُ.خ جلد 2 صفحہ 327)

سرمہ چشم آریہ کے معاملہ میں بھی بالکل ایسا ہی ہوا۔ اس کتاب کے دلائل و براہین کا وار خاصا کاری تھا جس نے مخالفین کو بہت تکلیف میں ڈال رکھا تھا۔ اسکا ردّ لکھنا انکے بس کی بات نہیں تھی۔ اب مخالفین سوائے دشنام دہی اور بہتان ترازی کے کچھ نہ کر سکتے تھے۔ یہی ایک اوچھا ہتھیار انکے ہاتھ میں تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک نہایت گندہ اور افتراؤں سے بھرا ہوا رسالہ ''سرمہ چشم آریہ کی حقیقت اور فن فریب غلام احمد کی کیفیت'' شائع کیا۔ اور آپؑ کو جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی دیتے رہے۔ اس پُر افتراء رسالہ کے جواب میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب ''شحنۂ حق'' شائع فرمایا۔ آپؑ اس کتاب کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

اس رسالہ میں ان کی بے جا نکتہ چینیوں پر تنبیہ کا تازیانہ جڑنا اور الزام اور ملامت کا ہنٹر تاڑ تاڑ مارنا قرین مصلحت سمجھا گیا ہے اس لئے اس رسالہ کا نام بھی شحنۂ حق رکھا گیا۔ کیونکہ یہ رسالہ آریوں کے آوارہ طبع لوگوں کے سیدھا کرنے کے لئے شحنہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور ظریفانہ طور پر اس رسالہ کا ایک اور نام بھی رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے :

"آریوں کی کسی قدر خدمت اور ان کے ویدوں اور نکتہ چینیوں کی کچھ ماہیت"

اس سے قبل ہم سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے دیا گیا نشان نمائی کا ایک پُرشوکت چیلنج سُرمہ چشم آریہ سے اخبار بدر 3 ستمبر شمارہ نمبر 36 میں پیش کرچکے ہیں۔ اُس میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پانچ سو روپے کا انعام مقرر فرمایا تھا جبکہ اِس نشان نمائی کے چیلنج میں آپؑ نے ایک سو روپے یا جس قدر کوئی سرکار انگریزی میں تنخواہ پاچکا ہو اس کی ایک ماہ کی تنخواہ کا دوگنا دینا مقرر فرمایا۔ اس لحاظ سے ہم ان دونوں چیلنجوں کو الگ الگ شمار کرتے ہوئے اِس چیلنج کو علیحدہ مضمون کی صورت میں پیش کررہے ہیں۔

مذکورہ بالا پُرافتراء رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگایا گیا کہ براہین احمدیہ میں مندرج آپؑ کے الہامات، آپ کی پیشگوئیاں سب فریب اور دھوکا ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا بہت ہی معقول اور تسلی بخش جواب دیا کہ اگر وہ سب دھوکا ہے تو مَیں تو زندہ موجود ہوں اور نشان دکھانے کیلئے ہر دم تیار ہوں اور کئی سال سے اس کیلئے بلا رہا ہوں پھر یہ لوگ نشان دیکھنے کیلئے کیوں نہیں آتے؟ آپ کا شاندار جواب اور آپ کا پیش کردہ چیلنج ہم آپ کے ہی الفاظ میں ذیل میں درج کرتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں :

"ہمارے الہامات کا نام فریب رکھنا یا فریب سے بنایا جانا دعویٰ کرنا، یہ اُس وقت ہندوزادوں کو زیبا تھا کہ جب ہمارے بلانے پر وہ ہمارے دروازہ پر آ بیٹھتے لیکن ہم نے سرمہ چشم آریہ میں چہل روزہ اشتہار بھی جاری کرکے دیکھ لیا کسی ہندو نے کان تک نہیں ہلایا۔ خیال کرنا چاہئے کہ جو شخص تمام دُنیا میں اپنے الہامی دعویٰ کے اشتہار بھیج کر سب قسم کے مخالفوں کو آزمائش کے لئے بلاتا ہے اس کی یہ جرأت اور شجاعت کسی ایسی بنا پر ہوسکتی ہے جو نرا فریب ہے؟ کیا جس کی دعوتِ اسلام و دعویٔ الہام کے خطوں نے امریکہ اور یورپ کے دُور دُور ملکوں تک ہل چل مچادی ہے کیا ایسی استقامت کی بنیاد صرف لاف وگزاف کا خس و خاشاک ہے؟ کیا تمام جہان کے مقابل پر ایسا دعویٰ وہ مکار بھی کرسکتا ہے کہ جو اپنے دل میں جانتا ہے کہ میں جھوٹا ہوں اور خدا میرے ساتھ نہیں؟ افسوس آریوں کی عقل کو تعصب نے لے لیا۔ بغض اور کینہ کے غبار سے ان کی آنکھیں جاتی رہیں...... اب یہ ہندو روشن چشم جو اس الٰہی کاروبار کا نام فریب رکھ رہا ہے اس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ...... اس دزد منش کی روبہ بازیوں کا تدارک ازبس ضروری ہے جو مدت سے بُرقع میں اپنا مونہہ چھپا کر کبھی اپنے اشتہاروں میں ہمیں گالیاں دیتا ہے...... کبھی ہمیں قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے...... لہٰذا ہم بعد اس دعا کے کہ یا الٰہی تو اس کا اور ہمارا فیصلہ کر اس کے نام یہ اعلان جاری کرتے ہیں اور خاص اُسی کو اِس آزمائش کے لئے بلاتے ہیں کہ اب بُرقع سے مونہہ نکال کر ہمارے سامنے آوے اور اپنا نام و نشان بتلاوے اور...... چالیس دن تک امتحان کیلئے ہماری صحبت میں رہے۔ اگر اس مدّت تک کوئی ایسی الہامی پیشگوئی ظہور میں آ گئی جس کے مقابلہ سے وہ عاجز رہ جائے تو اِسی جگہ اپنی لمبی چوٹی کٹا کر اور رشتہ بےسود زنار کو توڑ کر اُس پاک جماعت میں داخل ہوجائے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی توحید سے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی کامل رہبری سے گم گشتگان بادیہ شرک و بدعت کو صراط مستقیم کی شاہراہ پر لاتے جاتے ہیں پھر دیکھئے کہ بےانتہا قدرتوں اور طاقتوں کے مالک نے کیسے ایک دم میں اندرونی آلائشوں سے اُسے صاف کردیا ہے اور کیونکر نجاست کا بھرا ہوا لتہ ایک صاف اور پاک پیرایہ کی صورت میں آ گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی پیشگوئی اس چالیس دن کے عرصہ میں ظہور میں نہ آئے تو چالیس دن کے حرجانہ میں سو روپیہ یا جس قدر کوئی ماہواری تنخواہ سرکار انگریزی میں پاچکا ہو اس کا دو چند ہم سے لے لے اور پھر ایک وجہ معقول کے ساتھ تمام جہان میں ہماری نسبت منادی کرادے کہ آزمائش کے بعد میں نے اس کو فریبی اور جھوٹ پایا...... ہم تاکیداً اس آریہ صاحب کو جس نے ہمارا نام فریبی رکھا الہامات ربّانی کو سراسر فریب قرار دیا پُرانے وحشی آریوں کی طرح ہمیں گندیاں گالیاں دیں، جان سے مارنے کی دھمکیاں سنائیں، باآواز بلند ہدایت کرتے ہیں کہ ہماری نسبت تو اُس نے دُشنام دہی میں جہاں تک گند اُس کی سرشت میں بھرا ہوا تھا سب نکالا لیکن اگر وہ حلال زادہ ہے تو اب امتحان کے لئے...... سیدھا ہمارے سامنے آ جائے تا ہم بھی دیکھ لیں کہ اس فرشتہ خوشُستہ زبان کی شکل کیسی ہے اور اگر اخیر مئی 1887 تک مقابل پر نہ آیا اور نہ اپنی مادری خصلت سے باز رہا تو دیکھو میں بعد شاہد حقیقی کے زمین و آسمان اور تمام ناظرین اس رسالہ کو گواہ رکھ کر ایسے یاوہ اور جنگ جو کو مندرجہ ذیل انعام جو فی الحقیقت نیش زنی اور رہزنی اور ظالم منشی کی حالت میں اُسی کے لائق ہے دیتا ہوں تا میں دیکھوں کہ اب وہ سوراخ سے نکل کر باہر آتا ہے یا اس نیچے لکھے ہوئے انعام کو بھی نگل جاتا ہے اور وہ انعام بحالت اُس کے نہ آنے اور بھاگ جانے کے یہ ہے۔ (1) لعنت (2) لعنت (3) لعنت (4) لعنت (5) لعنت (6) لعنت (7) لعنت (8) لعنت (9) لعنت (10) لعنت۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔'' (شحنۂ حق، رُوحانی خزائن جلد 2 صفحہ 372 تا 376)

قبل ازیں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشان نمائی سے متعلق متعدد پُرشوکت ارشادات شمارہ نمبر 36 میں پیش کرچکے ہیں یہاں ایک اَور لرزہ خیز ارشاد پیش کرکے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیا مسلمان اور کیا غیر مسلم اور کیا مولوی اور کیا پادری صاحبان ہر ایک کو نشان دکھانے کی دعوتِ عام دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

بالآخر میں پھر ہر یک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دین حق کے نشان اور اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جس سے ہمارے نابینا علماء بے خبر ہیں وہ مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے۔ اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ سے تمام غیر مذہب والے اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی عاجز ہیں۔ میں ہر یک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ

قرآن شریف

اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔ موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔ میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے۔ اور اسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے ان کے خدا مُردے اور خود وہ تمام پیرو مُردے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہوجانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں ہرگز ممکن نہیں۔

اے نادانوں! تمہیں مردہ پرستی میں کیا مزہ ہے؟ اور مُردار کھانے میں کیا لذّت؟!!! آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اِس وقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہوگیا، آج وہ

ایک مُسلمان

کے دل میں کلام کررہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کرلیوے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کیا ایک مُردہ کفن میں لپیٹا ہوا۔ پھر کیا ہے؟ کیا ایک مشت خاک۔ کیا یہ مردہ خدا ہوسکتا ہے؟ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے؟ ذرہ آؤ! ہاں! لعنت ہے تم پر اگر نہ آؤ۔ اور اس سڑے گلے مردہ کا میرے زندہ خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔

دیکھو میں تمہیں کہتا ہوں کہ چالیس دن نہیں گزریں گے کہ وہ بعض آسمانی نشانوں سے تمہیں شرمندہ کریگا۔ ناپاک ہیں وہ دل جو سچے ارادہ سے نہیں آزماتے اور پھر انکار کرتے ہیں اور پلید ہیں وہ طبیعتیں جو شرارت کی طرف جاتی ہیں نہ طلب حق کی طرف۔ او میرے مخالف مولویو! اگر تم میں شک ہو تو آؤ چند روز میری صحبت میں رہو اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو اور جس طرح چاہو تکذیب سے پیش آؤ۔ میں اِتمام حجت کرچکا۔ اب جب تک تم اس حجت کو نہ توڑ لو تمہارے پاس کوئی جواب نہیں۔ خدا کے نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ کیا تم میں سے کوئی نہیں جو سچا دل لیکر میرے پاس آوے۔ کیا ایک بھی نہیں؟ (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11، صفحہ 345)

آئندہ انشاء اللہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اَور انعامی چیلنج قارئین کی خدمت میں پیش کرینگے۔ (منصور احمد مسرور)

خطبہ جمعہ

ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا (حضرت عمرؓ)

حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں ان کیلئے سفر وحضر میں مؤذن رہے اور آپ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے اذان دی

مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سَابِقُ الْحَبَشَۃ عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

چار مرحومین عزیزم رؤوف بن مقصود جونیئر طالب علم جامعہ احمدیہ یوکے (از بلجیم)، مکرم ظفر اقبال قریشی صاحب (سابق نائب امیر اسلام آباد، پاکستان) آنریبل کا بینے کا باجا کاٹے صاحب آف سینیگال اور مکرم مبشر لطیف صاحب ایڈووکیٹ آف لاہور (حال کینیڈا) کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 11/ستمبر 2020ء بمطابق 11/تبوک 1399 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) یو.کے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

آج جن بدری صحابی کا مَیں ذکر کروں گا وہ ہیں حضرت بِلال بن رباحؓ۔ حضرت بلال کے والد کا نام رباح تھا اور والدہ کا نام حمامہ۔ حضرت بلالؓ اُمَیَّہ بن خَلَف کے غلام تھے۔ حضرت بلالؓ کی کنیت ابوعبداللہ تھی جبکہ بعض روایات میں ابوعبدالرحمٰن اور ابوعبدالکریم اور ابوعمرو بھی مذکور ہے۔ حضرت بلالؓ کی والدہ حبشہ کی رہنے والی تھیں لیکن والد سرزمینِ عرب سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ محققین نے لکھا ہے کہ وہ حبشی سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے یعنی قدیم زمانے میں سامی یا بعض عربی قبیلے افریقہ میں جا کر آباد ہو گئے تھے جس کے باعث ان کی نسلوں کے رنگ تو افریقہ کی دوسری اقوام کی طرح ہو گئے لیکن وہاں کی خاص علامات اور عادات ان میں ظاہر نہ ہوئیں۔ بعد میں ان میں سے بعض لوگ غلام بن کر عرب واپس لَوٹ گئے۔ چونکہ ان کا رنگ سیاہ تھا اس لیے عرب انہیں حبشی یعنی حبشہ کے رہنے والے ہی سمجھتے تھے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت بلالؓ مکہ میں پیدا ہوئے اور مُوَلَّدِیْن میں سے تھے۔ مُوَلَّدِیْن ان لوگوں کو کہتے تھے جو خالص عرب نہ ہوں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپ سُرَاۃ میں پیدا ہوئے اور سُرَاۃ یمن اور حبشہ کے قریب ہے جہاں مخلوط نسل کثرت سے پائی جاتی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث، صفحہ 174-175 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء) (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، المجلد الاول، صفحہ 415 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2008ء) (روشن ستارے از غلام باری سیف صاحب، جلد 1 صفحہ 145) (اسد الغابہ (مترجم) جلد اول صفحہ 283 شائع کردہ مکتبہ خلیل)

حضرت بلالؓ کا رنگ گندم گوں سیاہی مائل تھا۔ دبلا پتلا جسم تھا۔ سر کے بال گھنے تھے اور رخساروں پر گوشت بہت کم تھا۔ (روشن ستارے، جلد 1، صفحہ 145 از غلام باری سیف صاحب)

حضرت بلالؓ نے متعدد شادیاں کیں۔ ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت شریف اور معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؓ کی ایک بیوی کا نام ہالہ بنت عوف تھا جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ ایک زوجہ کا نام ہند خَوْلَانِیَہ تھا۔ بنو ابوبُکَیر کے خاندان میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کا نکاح کروایا۔ حضرت ابودَرْدَاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان میں بھی حضرت بلالؓ کا رشتہ مُصَاہَرت قائم ہوا تھا۔ البتہ کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ (سیر الصحابہ جلد دوم ''بلال بن رباح'' صفحہ 159، دارالاشاعت اردو بازار کراچی 2004) (الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر عسقلانی جلد 8 صفحہ 339 ''ہالۃ بنت عوف'' دارالکتب العلمیہ بیروت 2005ء) (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد 10 صفحہ 334، ذکر من اسمہ بلال بن رباح، داراحیاء التراث العربی بیروت 2001)

حضرت بلالؓ کے ایک بھائی تھے جن کا نام خالد تھا اور ایک بہن تھیں جن کا نام غُفَیرَہ تھا۔
(اسد الغابہ، جلد 1، صفحہ 418 بلال بن رباح، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2016ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال سَابِقُ الْحَبَشَۃ ہیں۔ یعنی اہل حبشہ میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 175 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام لانے میں سبقت لے جانے والے اشخاص چار ہیں۔ أَنَا سَابِقُ الْعَرَبِ۔ یعنی مَیں عربوں میں سے سبقت لے جانے والا ہوں۔ سَلْمَانُ سَابِقُ الْفُرْسِ۔ سلمان اہل فارس میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور بِلَالٌ سَابِقُ الْحَبَشَۃِ۔ بلال اہلِ حبشہ میں سے سبقت لے جانے والے ہیں اور صُھَیْبٌ سَابِقُ الرُّوْمِ اور صہیب رومیوں میں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء لامام الذھبی، جلد 1، صفحہ 349 ''بلال بن رباح'' مؤسسۃ الرسالۃ 2014)

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ حضرت بلال بن رباحؓ ان لوگوں میں سے تھے جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔ جب وہ اسلام لائے تو ان کو عذاب دیا جاتا تھا تاکہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں مگر انہوں نے ان لوگوں کے سامنے کبھی وہ کلمہ ادا نہ کیا جو وہ چاہتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کا انکار کرنا۔ انہیں اُمَیَّہ بن خَلَف عذاب دیا کرتا تھا۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 175 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حضرت بلالؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو ان کو طرح طرح کا عذاب دیا جاتا تھا۔ جب لوگ حضرت بلالؓ کے عذاب دینے میں سختی کرتے تو حضرت بلالؓ اَحد، اَحد کہتے۔ وہ لوگ کہتے اس طرح کہو جس طرح ہم کہتے ہیں تو حضرت بلالؓ جواباً کہتے کہ میری زبان اسے اچھی طرح ادا نہیں کر سکتی جو تم کہہ رہے ہو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت بلال کو جب ایذا پہنچائی جاتی اور مشرکین یہ ارادہ کرتے کہ ان کو اپنی طرف مائل کر لیں تو حضرت بلالؓ کہتے اللہ، اللہ۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 175 ''بلال بن رباح'' دار اِحیاء التراث بیروت 2017ء) (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 283 ''بلال بن رباح'' دارالفکر بیروت 2003ء)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت بلالؓ ایمان لائے تو حضرت بلالؓ کو ان کے مالکوں نے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا اور ان پر سنگریزے اور گائے کی کھال ڈال دی اور کہنے لگے تمہارا رب لات اور عُزّیٰ ہے مگر آپؓ اَحد اَحد ہی کہتے تھے۔ ان کے مالکوں کے پاس حضرت ابوبکرؓ آئے اور کہا کہ کب تک تم اس شخص کو تکلیف دیتے رہو گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو سات اوقیہ میں خرید کر انہیں آزاد کر دیا۔ اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے یعنی دو سو اسّی درہم میں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! مجھے بھی اس میں شریک کر لو۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں نے اسے آزاد کر دیا۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 175 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)
(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 527 مطبوعہ علی آصف پرنٹرز لاہور)

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد کیا تھا اور خرید کے متعلق جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے دو سو اسّی درہم۔ بعض روایات کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے انہیں پانچ اوقیہ یعنی دو سو درہم میں، بعض کے مطابق سات اوقیہ دو سو اسّی درہم اور بعض کے مطابق نو اوقیہ تین سو ساٹھ درہم میں خریدا تھا۔
(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الاول صفحہ 415 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2016ء)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کو خریدا تو وہ پتھروں میں دبے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے سونے کے پانچ اوقیہ کے بدلے ان کو خریدا۔ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اگر آپؓ صرف ایک اوقیہ دینے پر بھی راضی ہوتے یعنی چالیس درہم تو ہم ایک اوقیہ میں بھی اس کو بیچ دیتے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر تم اس کو سو اوقیہ یعنی چار ہزار درہم میں بھی بیچنے کو تیار ہوتے تو مَیں سو اوقیہ میں بھی اس کو خرید لیتا۔
(سیر اعلام النبلاء لامام الذھبی جلد 1 صفحہ 353 ''بلال بن رباح'' مؤسسۃ الرسالۃ 2014)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سات ایسے غلاموں کو آزاد کروایا جنہیں تکالیف دی جاتی تھیں۔ ان میں حضرت بلالؓ اور حضرت عَامِر بن فُھَیْرَہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔
(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، ذکر بلال بن رباح، جلد 3 صفحہ 321، حدیث 5241، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو آزاد کیا۔
(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر، حدیث 3754)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت بلالؓ کو دی جانے والی تکالیف اور حضرت ابوبکرؓ کا آپؓ کو آزاد کرانے کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''یہ غلام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے مختلف اقوام کے تھے۔ ان میں حبشی بھی تھے جیسے بلالؓ۔ رومی بھی تھے جیسے صہیبؓ۔ پھر ان میں عیسائی بھی تھے جیسے جبیرؓ اور صہیبؓ اور مشرکین بھی تھے جیسے بلالؓ اور عمارؓ۔ بلالؓ کو ان کے مالک تپتی ریت پر لٹا کر اوپر یا تو پتھر رکھ دیتے یا نوجوانوں کو سینے پر کودنے کے لیے مقرر کر دیتے۔ حبشی النسل بلالؓ امیہ بن خلف نامی ایک مکی رئیس کے غلام تھے۔ امیہ انہیں دوپہر کے وقت گرمی کے موسم میں مکہ سے باہر لے جا کر تپتی ریت پر ننگا کر کے لٹا دیتا تھا اور بڑے بڑے گرم پتھر ان

کے سینہ پر رکھ کر کہتا تھا کہ لات اور عُزّیٰ کی الوہیت کو تسلیم کر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے علیحدگی کا اظہار کر۔ بلالؓ اس کے جواب میں کہتے اَحَدٌ اَحَدٌ۔ یعنی اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ ایک ہی ہے۔ بار بار آپؓ کا یہ جواب سن کر امیہ کو اَور غصہ آجاتا اور وہ آپؓ کے گلے میں رسّہ ڈال کر شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور کہتا کہ ان کو مکہ کی گلیوں میں پتھروں کے اوپر گھسیٹتے ہوئے لے جائیں۔ جس کی وجہ سے ان کا بدن خون سے تر بتر ہو جاتا مگر وہ پھر بھی اَحَدٌ اَحَدٌ کہتے چلے جاتے۔ یعنی خدا ایک، خدا ایک۔ عرصہ کے بعد جب خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینہ میں امن دیا، جب وہ آزادی سے عبادت کرنے کے قابل ہو گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو اذان دینے کے لیے مقرر کیا۔ یہ حبشی غلام جب اذان میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی بجائے اَسْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا تو مدینہ کے لوگ جو اس کے حالات سے ناواقف تھے ہنسنے لگ جاتے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہوئے پایا تو آپؐ لوگوں کی طرف مڑے اور کہا تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو مگر خدا تعالیٰ عرش پر اس کی اذان سن کر خوش ہوتا ہے۔ آپؐ کا اشارہ اسی طرف تھا کہ تمہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ یہ ''ش'' نہیں بول سکتا مگر ''ش'' اور ''س'' میں کیا رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ جب تپتی ریت پر ننگی پیٹھ کے ساتھ اس کو لٹا دیا جاتا تھا اور اس کے سینہ پر ظالم اپنی جوتیوں سمیت کودا کرتے تھے اور پوچھتے تھے کہ کیا اب بھی سبق آیا ہے یا نہیں؟ تو یہ ٹوٹی پھوٹی زبان میں اَحَدٌ اَحَدٌ کہہ کر خدا تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرتا رہتا تھا اور اپنی وفاداری، اپنے توحید کے عقیدہ اور اپنے دل کی مضبوطی کا ثبوت دیتا تھا۔ پس اس کا اَسْھَدُ بہت سے لوگوں کے اَشْھَدُ سے زیادہ قیمتی تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان پر یہ ظلم دیکھے تو ان کے مالک کو ان کی قیمت ادا کر کے انہیں آزاد کروا دیا۔ اسی طرح اور بہت سے غلاموں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مال سے آزاد کرایا۔'' (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم، جلد 20، صفحہ 193 تا 194)

حضرت بلالؓ کا شمار اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن میں ہوتا ہے۔ آپؓ نے اس وقت اسلام کا اعلان کیا جب صرف سات آدمیوں کو اس کے اعلان کی توفیق ہوئی تھی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 176 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جنہوں نے اسلام کا اعلان فرمایا وہ سات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمارؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ اور صہیبؓ اور بلالؓ اور مقدادؓ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعے سے محفوظ رکھا اور ابوبکر کو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کے ذریعے سے محفوظ رکھا۔ جیسا کہ میں گذشتہ ایک خطبے میں بیان کر چکا ہوں کہ نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کی اذیتوں سے محفوظ رہے اور نہ قوم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظلموں سے بچا سکی۔ آپ دونوں پر بھی ظلموں کی انتہا ہوئی تھی۔ شروع میں کچھ عرصہ نرمی ہوئی لیکن بعد میں تو بڑی سختیاں ہوتی رہیں لیکن بہرحال یہ راوی کا بیان ہے۔ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ان کا تو کوئی نہ کوئی سپورٹ کرنے والا تھا۔ کوئی بات کہہ دیتا تھا، آواز اٹھا دیتا تھا لیکن باقیوں کو مشرکوں نے پکڑ لیا جو کمزور تھے یا غلام تھے اور لوہے کی زرہیں پہنائیں اور انہیں دھوپ میں جلاتے تھے۔ پس ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے ان کے ساتھ جس میں وہ چاہتے تھے موافقت نہ کر لی ہو سوائے بلال کے کیونکہ ان پر اپنا نفس اللہ کی خاطر بے حیثیت ہو گیا تھا۔ حضرت بلالؓ تھے جو ہمیشہ ثابت قدم رہے اور وہ اپنی قوم کے لیے بھی بے حیثیت تھے۔ وہ ان کو پکڑتے اور لڑکوں کے سپرد کر دیتے اور وہ انہیں مکہ کی گھاٹیوں میں گھماتے پھرتے اور بلالؓ احدٌ احدٌ کہتے جاتے۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ (سنن ابن ماجہ فضائل بلال حدیث 150 ترجمہ از نور فاؤنڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت بلالؓ کے اول زمانے میں ایمان لانے کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ''حضرت خبّابؓ جو اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ صحابہؓ میں سے تھے اور جن کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ انہوں نے پہلے بیعت کی یا بلالؓ نے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ ایک غلام اور ایک حُرّ نے مجھے سب سے پہلے قبول کیا تھا۔ بعض لوگ اس سے حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ مراد لیتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت خبّابؓ ہیں۔''

(مصری صاحب کے خلافت سے انحراف کے متعلق تقریر، انوار العلوم، جلد 14، صفحہ 598)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ''سیرت خاتم النّبیینؐ'' میں حضرت بلالؓ کی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے جو بیان فرمایا ہے وہ اس طرح ہے کہ ''بلال بن رباح، امیہ بن خلف کے ایک حبشی غلام تھے۔ امیہ ان کو دوپہر کے وقت جبکہ اوپر سے آگ برستی تھی اور مکہ کا پتھریلا میدان بھٹی کی طرح تپتا تھا باہر لے جاتا اور ننگا کر کے زمین پر لٹا دیتا اور بڑے بڑے گرم پتھر ان کے سینے پر رکھ کر کہتا لات اور عزیٰ کی پرستش کر اور محمد سے علیحدہ ہو جا، ورنہ اسی طرح عذاب دے کر ماردوں گا۔ بلالؓ زیادہ عربی نہ جانتے تھے۔ بس صرف اتنا کہتے اَحد اَحد یعنی اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ ایک ہی ہے اور یہ جواب سن کر امیہ اَور تیز ہو جاتا اور ان کے گلے میں رسہ ڈال کر انہیں شریر لڑکوں کے حوالے کر دیتا اور وہ ان کو مکہ کے پتھریلے گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے جس سے ان کا بدن خون سے تر بتر ہو جاتا مگر ان کی زبان پر سوائے اَحد اَحد کے اور کوئی لفظ نہ آتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان پر یہ جور وستم دیکھا تو ایک بڑی قیمت پر خرید کر انہیں آزاد کر دیا۔''

(سیرت خاتم النّبیینؐ، صفحہ 140)

حضرت بلالؓ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپؓ نے حضرت سعد بن خَیْثَمہؓ کے گھر قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کی مؤاخات حضرت عُبَیدہ بن حارثؓ سے کروائی جبکہ ایک دوسری روایت کے مطابق آپؐ نے حضرت بلال کی مؤاخات حضرت اَبُو رُوَیحَہ خَثْعَمِی سے کروائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 176 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو صحابہ وہاں بیمار ہونے لگے جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عامر بن فُہَیرہ بھی شامل تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے۔ عربی شعر تھا اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر شخص جب وہ اپنے گھر میں صبح کو اٹھتا ہے تو اسے صباح الخیر کہا جاتا ہے بحالیکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے نزدیک تر ہوتی ہے اور حضرت بلالؓ جب ان کا بخار اتر جاتا تو بلند آواز سے رو کر یہ شعر پڑھتے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کاش مجھے معلوم ہو آیا مَیں کوئی رات وادیٔ مکہ میں بسر کروں گا اور میرے اردگرد اِذْخَر اور جَلِیْل گھاس پات ہوں اور کیا مَیں کسی دن مَجَنَّہ میں پہنچ کر اس کا پانی پیوں گا۔ مَجَنَّہ بھی مکے سے چند میل پر مَرُّ الظَّھْرَان کے قریب ایک جگہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب کا ایک مشہور میلہ مَرُّ الظَّھْرَ ان میں عُکَاظ کے بعد لگتا تھا اور عرب کے لوگ عُکَاظ کے بعد مَجَنَّہ منتقل ہو جاتے اور بیس روز قیام کرتے تھے۔ بہرحال وہ کہتے ہیں کہ وہاں میں پانی پیوں گا اور کیا شَامَہ اور طَفِیْل پہاڑ میرے سامنے ہوں گے۔ شعر میں عرض کر رہے ہیں، بیان کر رہے ہیں۔ طَفِیْل بھی مکہ سے تقریباً دس میل پر ایک پہاڑ ہے اور اس کے قریب ایک اَور پہاڑ تھا جس کو شَامَہ کہتے تھے۔ پھر حضرت بلالؓ کہتے کہ اے اللہ! شَیْبَہ بن رَبِیْعَہ، عُتْبَہ بن ربیعہ اور اُمَیّہ بن خَلَف پر لعنت ہو کیونکہ انہوں نے ہماری سرزمین سے ہمیں وبا والی زمین کی طرف نکال دیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینہ کو ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے۔ جب حضرت ابوبکرؓ کی بھی اور حضرت بلالؓ کی بھی یہ باتیں سنیں تو آپؐ نے فرمایا اے اللہ! مدینہ کو ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ ہمیں مکّہ پیارا ہے یا اس سے بڑھ کر۔ اے اللہ! ہمارے صاع میں اور ہمارے مُدّ میں برکت دے۔ یہ صَاعَ اور مُدّ بھی مشہور پیمانوں کے نام ہیں۔ وزن کرنے کیلئے (استعمال) کیے جاتے ہیں اور مدینہ کو ہمارے لیے صحت بخش مقام بنا اور اس کے بخار کو جُحفہ کی طرف منتقل کر دے۔ جُحفہ بھی ایک دوسرا شہر ہے مکے کی جانب۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ ہم مدینہ آئے اور وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وَبا زدہ مقام تھا۔ انہوں نے کہا بُطْحَان نالے میں تھوڑا سا پانی بہتا تھا وہ پانی بھی بدمزہ بودار تھا۔ بُطْحَان بھی مدینے کی ایک وادی کا نام ہے۔ یہ بخاری میں روایت ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ، باب کراھیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تعری المدینۃ حدیث: 1889) (ماخوذ از فرہنگ سیرت صفحہ 58، 180، 259 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز) (شمائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ 76 حاشیہ) (شرح زرقانی علی مواھب اللدنیۃ جلد 2 صفحہ 172 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جب قادیان سے ہجرت ہوئی ہے تو اس وقت احمدیوں کو خاص طور پر ہجرتِ مدینہ کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے کہ ہمیں اس ہجرت سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلالؓ کے اس واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا ذکر کرتے ہوئے اس وقت جماعت کو یہ کہتے ہوئے فرمایا تھا کہ مَیں اَوروں کو تو نہیں جانتا، اَوروں کو تو نہیں کہہ سکتا جو دوسرے لوگ غیر احمدی مسلمان ہجرت کر کے آئے ہیں لیکن احمدیوں سے یہ کہتا ہوں کہ یہ خیال چھوڑ دو کہ تم لُٹے ہوئے ہو۔ تم نے ہجرت کی ہے اور لُٹ پُٹ کے آئے ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان مہاجرین پر افسوس کیا کرتے تھے جو وطن اور جائیدادوں کے چھوٹ جانے پر افسوس کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے تشریف لائے اس وقت مدینہ کا نام یثرب ہوا کرتا تھا اور وہاں ملیریا بخار بھی کثرت سے ہوتا تھا۔ ملیریا پھیلنا شروع ہوا تو مہاجرین کو بخار چڑھے۔ ادھر وطن کی جدائی کا صدمہ تھا۔ ان میں سے بعض نے رونا اور چِلّانا شروع کر دیا کہ ہائے مکہ! ہائے مکہ! ایک دن حضرت بلالؓ کو بھی بخار ہو گیا انہوں نے شعر بنا بنا کر شور مچانا شروع کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپؐ خفا ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم ایسے کام کیلئے یہاں آئے ہو؟ ہجرت کی ہے تو شور مچانا کیسا؟ حضرت مصلح موعودؓ احمدیوں کو جو اس وقت ہجرت کر کے ہندوستان سے پاکستان آئے تھے، نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں بھی تمہیں یہ کہتا ہوں کہ خوش رہو۔ تم یہ نہ دیکھو کہ ہم نے کیا کھویا ہے۔ تم دیکھو کہ ہم نے کس کیلئے کھویا ہے۔ اگر تم نے جو کھویا وہ خدا تعالیٰ کیلئے اور اسلام کی ترقی کیلئے کھویا ہے تو تم خوش رہو اور کسی موقع پر بھی اپنی کمریں خم نہ ہونے دو۔ تمہارے چہرے افسردہ نہ ہوں بلکہ ان پر خوشی کے آثار پائے جائیں۔

(ماخوذ از قادیان سے ہماری ہجرت ایک آسمانی تقدیر تھی، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 379)

تو ہم احمدی تو اس سوچ کے رکھنے والے تھے اور یہ ہمیں اس وقت کے خلیفہ نے نصیحت کی تھی کہ ہماری ہجرت اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اسلام کی خدمت کیلئے ہے۔ وہ لوگ جو پاکستان کی تعمیر کے خلاف تھے، پاکستان کی اساس اور بنیاد کے دعویدار بن کر اپنے جھوٹ اور فریب سے آج احمدیوں کو اس ملک کے بنیادی شہری حقوق سے محروم کر رہے ہیں جس کی خاطر سب سے زیادہ قربانیاں احمدیوں نے دیں۔ جس دین کی برتری اور خدمت کیلئے ہم نے ہجرت کی پاکستان کی پارلیمنٹ نے اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر اس دین کا نام لینے پر بھی ہم پر پابندی لگا دی۔ ہمیں بہرحال ان کی کسی سند کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہمیں افسوس اس بات پر ضرور ہوتا ہے کہ ان نام نہاد ملک کے ٹھیکیداروں نے احمدیوں پر یہ ظلم کر کے صرف احمدیوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ پاکستان پر ظلم کیا ہے اور کر رہے ہیں اور دنیا میں ملک کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ اسکی ترقی میں روک بن رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ نہ ہوں جو ملک کو کھا رہے ہیں، دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں تو ملک اس وقت ترقی کر کے کہیں کا کہیں پہنچ چکا ہو لیکن اس کے باوجود ہم پاکستانی احمدیوں کا یہ کام ہے، خاص طور پر جو پاکستان میں رہنے والے ہیں، کہ ملک کی ترقی کیلئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ کوشش کرتے رہیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے اس ملک کو پاک کرے۔ بہرحال یہ واقعہ آیا تو اس ضمن میں ذکر ہو گیا۔ اب مَیں دوبارہ حضرت بلالؓ کی طرف کے واقعات، روایات بیان کرتا ہوں۔

طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے حضرت بلالؓ بدر، احد اور خندق سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 180 ''بلال بن رباح'' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

غزوۂ بدر میں حضرت بلالؓ نے امیہ بن خلف کو قتل کیا جو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور حضرت بلالؓ کو اسلام لانے پر دکھ دیا کرتا تھا۔ (ماخوذ از سیر الصحابہ جلد دوم ''بلال بن رباح'' صفحہ 156، دارالاشاعت اردو بازار کراچی 2004ء)

امیہ بن خَلَف کے قتل کا واقعہ صحیح بخاری میں بیان ہوا ہے جس کی تفصیل خُبَیب بن اساف کے ذکر میں مَیں پہلے

بیان کر چکا ہوں۔ تاہم یہاں بھی کچھ بیان کر دیتا ہوں کیونکہ اس کا براہِ راست تعلق حضرت بلالؓ کے ساتھ بھی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے امیہ بن خَلَف کو خط لکھا کہ وہ مکّے میں، جو اس وقت دارالحرب تھا، میرے مال اور بال بچوں کی حفاظت کرے اور مَیں اس کے مال و اسباب کی مدینے میں حفاظت کروں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا اس سے پرانا تعلق تھا۔ امیہ بن خَلَف بدر کی جنگ میں بھی شامل ہوا۔ کافروں کی فوج میں کافروں کے ساتھ آیا تھا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اس کے بدر میں شامل ہونے کا علم ہو گیا تھا۔ اس پرانے تعلق کی وجہ سے وہ اس پر احسان کر کے جنگ کے بعد رات کو اس کو بچانا بھی چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ بدر کی جنگ میں تھا تو جب لوگ سو چکے تھے مَیں ایک پہاڑ کی طرف نکل گیا تا میں اس کی حفاظت کروں کیونکہ پتہ تھا کہ اس طرف کہیں گیا ہوا ہے تو میں بھی گیا تا کہ اس کو حفاظت کر کے بچا لوں۔ حضرت بلالؓ نے اس وقت اسے کہیں دیکھ لیا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ گئے اور انصار کی ایک مجلس میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ امیہ بن خَلَف ہے اگر بچ نکلا تو میری خیر نہیں۔ اس پر بلالؓ کے ساتھ کچھ لوگ ہمارے تعاقب میں نکلے۔ میں ڈرا کہ وہ ہمیں پالیں گے، پکڑ لیں گے۔ اس لیے میں نے اس کے بیٹے کو اس کی خاطر پیچھے چھوڑ دیا کہ وہ اس کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہو جائیں اور ہم ذرا آگے نکل جائیں۔ کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے اس بیٹے کو تو لڑائی میں مار دیا۔ میرا یہ داؤ جو تھا وہ کارگر نہیں ہوا اور اس کو مار کے پھر انہوں نے ہمارا پیچھا شروع کر دیا اور امیہ چونکہ بھاری بھرکم آدمی تھا اس لیے جلدی اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا تھا۔ آخر جب انہوں نے ہمیں پکڑ لیا، قریب پہنچ گئے تو میں نے اسے کہا کہ بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گیا اور میں نے اپنے آپ کو اس پر ڈال دیا کہ اسے بچاؤں تو انہوں نے جو پیچھا کر رہے تھے میرے نیچے سے اس کے بدن میں تلواریں گھونپیں یہاں تک کہ اسے مار ڈالا۔ ان میں سے ایک نے اپنی تلوار سے میرے پاؤں پر زخم بھی کر دیا۔ (صحیح البخاری کتاب الوکالۃ باب اذا وکل المسلم……الخ حدیث: 2301)

ایک دوسری روایت میں یہ واقعہ یوں درج ہے، اس کا کچھ حصہ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں ان دونوں یعنی امیہ بن خَلَف اور اس کے بیٹے کو لے کر چل رہا تھا کہ اچانک حضرت بلالؓ نے امیہ کو میرے ساتھ دیکھ لیا۔ مکّے میں امیہ حضرت بلالؓ کو اسلام سے پھیرنے کیلئے بڑا عذاب دیا کرتا تھا۔ حضرت بلالؓ امیہ کو دیکھتے ہی بولے۔ کافروں کا سردار امیہ بن خلف یہاں ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو سمجھو میں نہیں بچا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر مَیں نے کہا تم میرے قیدیوں کے بارے میں ایسا کہہ رہے ہو؟ حضرت بلالؓ نے بار بار یہی کہا اور میں بھی ہر بار یہی کہتا رہا کہ یہ میرے قیدی ہیں۔ حضرت بلالؓ بلند آواز سے چلّائے۔ انہوں نے شور مچا کے آواز دی کہ اے اللہ کے انصار! یہ کافروں کا سردار امیہ بن خلف ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو سمجھو مَیں نہیں بچا اور بار بار ایسا کہا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے ہیں کہ یہ سن کر انصاری دوڑ پڑے اور انہوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر حضرت بلالؓ نے تلوار سونت کر امیہ کے بیٹے پر حملہ کیا جس کے نتیجہ میں وہ نیچے گر گیا۔ امیہ نے اس پر خوف کی وجہ سے ایسی بھیانک چیخ ماری کہ ایسی چیخ میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اسکے بعد انصاریوں نے ان دونوں کو تلواروں کے وار سے کاٹ ڈالا۔ (السیرۃ الحلبیہ الجزء الثانی صفحہ 232-233 باب ذکر مغازیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / غزوۃ بدر الکبریٰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت) ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکرٹری یا خزانچی بھی تھے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الاول صفحہ 415 ’’بلال بن رباح‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2016ء)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کیا آپؓ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں شریک ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا اگر میرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق نہ ہوتا تو میں شریک نہ ہوتا۔ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے انہیں یہ موقع ملا۔ رشتہ داری تھی اس لیے سفر میں شریک ہوئے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نشان کے قریب آئے جو کہ حضرت کثیر بن صَلت کے گھر کے قریب تھا اور صحابہ کو خطاب فرمایا۔ پھر آپؐ عورتوں کے پاس آئے اور انہیں وعظ و نصیحت کی۔ اور انہیں صدقہ دینے کیلئے فرمایا تو عورتیں اپنے ہاتھوں کو جھکا جھکا کر اپنی انگوٹھیاں اتارتیں اور حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی جاتی تھیں۔ حضرت بلالؓ ساتھ تھے۔ جو چادر تھی اس میں وہ ڈالتی جاتی تھیں۔ یہ روایت حضرت ابن عباسؓ نے بیان کی ہے۔ اس کے بعد آپؐ اور حضرت بلالؓ گھر آئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب وضوء الصبیان ومتی یجب علیھم الغسل……الخ، حدیث: 863)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے اللہ کی خاطر اتنی اذیت دی گئی جتنی کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ مجھے اللہ کی خاطر اتنا ڈرایا گیا ہے جتنا کسی کو نہیں ڈرایا جاسکتا۔ اور مجھ پر تیسری رات آ جاتی کہ میرے اور بلالؓ کے پاس کوئی ایسا کھانا نہ ہوتا جسے کوئی جاندار کھا سکے مگر اتنا جسے بلال کی بغل چھپا سکتی۔ بہت تھوڑا معمولی کھانا ہوتا تھا۔ (سنن ابن ماجہ ابواب المناقب باب فضائل بلالؓ، حدیث 151 ترجمہ از نور فاؤنڈیشن ربوہ) حضرت بلالؓ کو سب سے پہلا مؤذن ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری زندگی میں ان کیلئے سفر و حضر میں مؤذن رہے اور آپ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے اذان دی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ المجلد الاول صفحہ 416 ’’بلال بن رباح‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2016ء)

محمد بن عبداللہ بن زَید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بلانے کیلئے بِگل کا سوچا۔ پھر ناقوس کا ارشاد فرمایا۔ پس وہ بنایا گیا۔ یہ بخاری کی حدیث ہے اور اس کے مطابق بُوق اور ناقوس کے استعمال کا مشورہ صحابہ نے دیا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو خواب دکھائی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے خواب میں ایک آدمی دیکھا جس پر دو سبز کپڑے تھے اور وہ آدمی ناقوس اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے اس کو خواب میں ہی کہا اے اللہ کے بندے! تم یہ ناقوس فروخت کرو گے؟ اس نے کہا تم اس سے کیا کرو گے؟ میں نے کہا میں اس کے ذریعے نماز کیلئے بلایا کروں گا۔ اس نے کہا کیا میں تجھے اس سے بہتر نہ بتاؤں۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے پھر وہ اذان کے الفاظ سنائے اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اور پوری اذان۔ أَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ أَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نکلے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رؤیا بتائی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خواب میں ایک آدمی دیکھا۔ اس پر دو سبز کپڑے تھے۔ وہ ناقوس اٹھائے ہوئے تھا۔ پھر ساری بات آپؐ کے سامنے بیان کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ تمہارے دوست نے رؤیا دیکھی ہے۔ پھر عبداللہ بن زَید کو ارشاد فرمایا تم بلالؓ کے ساتھ مسجد جاؤ اور اسے یہ کلمات بتاتے جاؤ اور وہ ان کو بلند آواز سے پکاریں کیونکہ تمہاری نسبت وہ زیادہ بلند آواز والے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے کہا کہ مَیں بلالؓ کے ساتھ مسجد کی طرف گیا اور میں انہیں یہ کلمات بتاتا جاتا اور وہ بلند آواز کے ساتھ پکارتے جاتے۔ حضرت عمر بن خَطّابؓ نے آواز سنی۔ وہ باہر تشریف لائے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم! میں نے بھی خواب میں وہی دیکھا جو انہوں نے دیکھا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاذان بابُ بدء الاذان حدیث 706) (صحیح البخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان حدیث 604)

اس کو بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ’’ابھی تک نماز کیلئے اعلان یا اذان وغیرہ کا انتظام نہیں تھا۔ صحابہ عموماً وقت کا اندازہ کر کے خود نماز کیلئے جمع ہو جاتے تھے لیکن یہ صورت کوئی قابل اطمینان نہیں تھی۔ اب مسجد نبویؐ کے تیار ہو جانے پر یہ سوال زیادہ محسوس طور پر پیدا ہوا کہ کس طرح مسلمانوں کو وقت پر جمع کیا جاوے۔ کسی صحابی نے نصاریٰ کی طرح ناقوس کی رائے دی۔ کسی نے یہود کی مثال میں بوق کی تجویز پیش کی۔ کسی نے کچھ کہا مگر حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ کسی آدمی کو مقرر کر دیا جاوے کہ وہ نماز کے وقت یہ اعلان کر دیا کرے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اس فرض کو ادا کیا کریں۔ چنانچہ اس کے بعد جب نماز کا وقت آتا تھا بلالؓ بلند آواز سے اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ کہہ کر پکارا کرتے تھے اور لوگ جمع ہو جاتے تھے بلکہ اگر نماز کے علاوہ بھی کسی غرض کیلئے مسلمانوں کو مسجد میں جمع کرنا مقصود ہوتا تھا تو یہی نِدا دی جاتی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد ایک صحابی عبداللہ بن زَید انصاریؓ کو خواب میں موجودہ اذان کے الفاظ سکھائے گئے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس خواب کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں ایک شخص کو اذان کے طریق پر یہ یہ الفاظ پکارتے سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ خواب خدا کی طرف سے ہے اور عبداللہؓ کو حکم دیا کہ بلالؓ کو یہ الفاظ سکھا دیں۔ عجیب اتفاق یہ ہوا کہ جب بلالؓ نے الفاظ میں پہلی دفعہ اذان دی تو حضرت عمرؓ اسے سن کر جلدی جلدی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آج جن الفاظ میں بلالؓ نے اذان دی ہے بعینہٖ یہی الفاظ میں نے بھی خواب میں دیکھے ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے الفاظ سنے تو فرمایا کہ اسی کے مطابق وحی بھی ہو چکی ہے۔ الغرض اس طرح موجودہ اذان کا طریق جاری ہو گیا اور جو طریق اس طرح جاری ہوا وہ ایسا مبارک اور دلکش ہے کہ کوئی دوسرا طریق اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ گویا ہر روز پانچ وقت اسلامی دنیا کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں ہر مسجد سے خدا کی توحید اور محمد رسول اللہؐ کی رسالت کی آواز بلند ہوتی ہے اور اسلامی تعلیمات کا خلاصہ نہایت خوبصورت اور جامع الفاظ میں لوگوں تک پہنچا دیا جاتا ہے۔‘‘ (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 271 تا 272)

موسیٰ بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اذان دے کر فارغ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینا چاہتے تو آپؐ کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور کہتے حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ۔ اَلصَّلٰوةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی نماز کیلئے آیئے، فلاح و کامیابی کیلئے آیئے۔ نماز، یا رسول اللہ۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے نکلتے اور حضرت بلالؓ دیکھ لیتے تو اقامت شروع کر دیتے۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث، صفحہ 176-177 ’’بلال بن رباح‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

یہ واضح نہیں ہے۔ اقامت تو اسی وقت ہو گی جب امام محراب میں آ جائے۔ بہر حال جو بھی ہے۔ روایت کا صحیح ترجمہ نہیں ہے یا یہ بیان صحیح نہیں ہے لیکن اصل طریق وہی ہے جو محراب میں امام آ جائے تو پھر اقامت ہو۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ وہ نماز فجر کی اطلاع دینے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپؐ سوئے ہوئے ہیں تو حضرت بلالؓ نے کہا اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ اَلصَّلٰوةُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔ پھر فجر کی اذان میں ان کلمات کا اضافہ کر دیا گیا اور یہی طریق قائم ہو گیا۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الاذان باب السنۃ فی الاذان حدیث: 716) ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلالؓ! یہ کتنے عمدہ کلمات ہیں۔ تم انہیں اپنی فجر کی اذان میں شامل کر لو۔

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (سورۃ البقرہ: 268)

ترجمہ: اَے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جو کچھ تم کماتے ہو اس میں سے اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین میں سے نکالا ہے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو۔

DAR FRUIT CO. KULGAM

B.O AHMED FRUITS

Prop. Khawaja Masood Ahmad Dar Asnoor (Kashmir)

Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

(معجم الکبیر للطبرانی باب بِلَالُ بْنُ رَبَاح جلد1 صفحہ 355 حدیث 1081، داراحیاء التراث العربی 2002)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مؤذن تھے۔حضرت بلالؓ، ابومَحْذُورَہؓ، عَمرو بن اُمّ مَکْتُومؓ۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 177 ’’بلال بن رباح‘‘ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

ابھی ان کا کچھ تھوڑا سا اَور ذکر باقی ہے جو ان شاء اللہ آئندہ۔ اس وقت مَیں نے کچھ مرحومین کے بارے میں بھی بتانا ہے۔ان کے جنازے ہوں گے۔اس لیے باقی ذکر پھر ان شاء اللہ آئندہ کریں گے۔

پہلا جو ذکر ہے وہ عزیزم رؤوف بن مقصود جونیئر بلجیم کا ہے۔ یہ جامعہ احمدیہ یوکے کے طالب علم تھے۔ 4 ستمبر کو ان کی وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ بلجیم کی جماعت ہاسلٹ (Hasselt) سے ان کا تعلق تھا۔ 2018ء میں جامعہ میں داخل ہوئے تھے اور وہاں کا اپنا سیکنڈری سکول ختم کرکے یہاں آئے تھے۔عزیزم اپنی خلوص سے بھرپور طبیعت، خدمت خلق کے جذبے اور مشقت کی عادت کی بنا پر طلباء اور اساتذہ میں بہت ہردلعزیز تھے۔ کچھ دیر پہلے ان کو برین ٹیومر (Braim Tumor) ہوا تھا۔ چھ سات ماہ یہ بیمار رہے۔ بڑے صبر اور بہادری سے بیماری کا مقابلہ کیا۔آخر اللہ کو پیارے ہوگئے۔

ان کے دادا کے ذریعے سے غالباً 1950ء میں ان کے خاندان میں احمدیت آئی تھی اور ان کے دادا کا اچھا اثر ورسوخ تھا۔اس وقت تو رشتے داروں نے اور مخالفین نے کچھ نہیں کہا لیکن ان کی وفات کے بعد ان کی فیملی کو کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ان کی والدہ کی طرف سے بھی ان کے پڑنانا عبدالعلی صاحب اور ان کی اہلیہ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ رؤوف بن مقصود کے جو پسماندگان ہیں ان میں والدین کے علاوہ تین بہنیں اور دو بھائی شامل ہیں۔ ہمایوں مقصود صاحب والد ہیں محسنہ بیگم صاحبہ والدہ ہیں۔ عزیزہ نشاط بیٹی ہے عمر اٹھارہ سال۔ عزیزم صالح بیٹا ہے عمر چودہ سال۔عزیزہ تَثْنِیہ حُمَیْزَہ یہ نو سال کی ہے۔عزیزم فاتح بن مقصود سات سال کا ہے۔عزیزہ جَنّۃ السَّامِیَہ چار سال کی ہے۔

بلجیم کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے بچپن سے انہیں دیکھنے کا موقع ملا اور عزیزم کو غیر معمولی بچہ پایا۔ جب بھی عزیزم کی جماعت میں جانے کا موقع ملا اس کو ہمیشہ مسجد کے ساتھ وابستہ اور خوش اخلاق پایا۔ وفات کے بعد دو دن بیت الرحیم آلکن میں افسوس کیلئے آنے والے لوگوں کا انتظام کیا ہوا تھا۔ جماعت سے بڑی تعداد میں لوگ اس میں شامل ہوئے اور ان میں بہت سے افراد کو روتے دیکھا۔ ان سب نے عزیزم کے بے شمار واقعات بتائے۔ بیماری کے شروع میں ڈاکٹر نے ان کو بتا دیا تھا کہ ان کو برین کینسر ہے جو کہ زندگی کیلئے خطرناک ہوسکتا ہے لیکن اس کے باوجود کبھی نہ تو ان کے چہرے پر مایوسی آئی اور نہ ہمت چھوڑی۔ ڈاکٹر کے ساتھ میٹنگ میں ایک ڈاکٹر نے کہا کہ جب موصوف بول سکتے تھے تو ان سے میری گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے ان کو بہت غیر معمولی نوجوان اور روشن دماغ پایا۔ ڈاکٹرز کا یہ بھی کہنا ہے کہ موصوف نے انتہائی تکلیف دہ بیماری میں بھی کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔ ڈاکٹرز کے نزدیک اس حالت میں مریض کو بعض اوقات شدید غصہ آجاتا ہے لیکن انہوں نے بڑی ہمت دکھائی اور صبر کا مظاہرہ کیا۔ امیر صاحب پھر لکھتے ہیں کہ عزیزم کمال درجہ کی خلافت سے محبت رکھنے والے اور کامل اطاعت کرنے والے تھے۔ ہمیشہ چہرے پر مسکراہٹ رہتی تھی اور ہر ایک سے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا، بڑے احترام اور خندہ پیشانی سے پیش آتے۔

ہاسلٹ کے مربی صاحب کہتے ہیں کہ بیماری کی تشخیص سے قبل مَیں نے رمضان میں ان سے اطفال کی کلاسز آن لائن لینے کیلئے کہا تو بڑی باقاعدگی سے کلاسز لیتے رہے یہاں تک کہ جب اس بیماری سے ہسپتال داخل ہوئے تو بیماری کے باوجود ہسپتال سے بچوں کی کلاس لیتے رہے یہاں تک کہ بعض اوقات کلاس لیتے لیتے بیہوشی کی کیفیت طاری ہوجاتی تھی اور پھر جب طبیعت سنبھلتی تو دوبارہ کلاس شروع کردیتے۔ کبھی یہ نہیں کہا کہ میں تکلیف میں ہوں، کلاس نہیں لے سکتا۔ اطفال نے بھی اس کا اظہار کیا کہ جب آپ کو تکلیف ہے تو کلاس نہ لیں تو موصوف نے ہمیشہ یہ کہا کہ جب واپس جامعہ کھلے گا تو میں جا کے خلیفۃ المسیح کو کیا جواب دوں گا کہ میں نے چھٹیوں کے دوران کیا جماعتی خدمت کی ہے۔ایک شوق تھا۔ایک جذبہ تھا۔ایک لگن تھی۔

پھر دوسرے مربی سلسلہ ہیں وہ لکھتے ہیں کہ 2010ء میں ایک ہفتہ کیلئے انہوں نے وقفِ عارضی کیا۔ اس وقت ان کو ان کے والد میرے پاس چھوڑ گئے کہ یہاں رہیں گے کیونکہ اس نے جامعہ میں جانا ہے اس کی ٹریننگ کریں۔ کہتے ہیں اس وقت بھی مَیں نے اس کو دیکھا کہ پانچ نمازوں کی ادائیگی کے علاوہ صبح اٹھ کر نمازِ تہجد کی بھی ادائیگی کیا کرتے تھے۔ مسجد آلکن (Alken) جب تعمیر یا اس کی رینوویشن ہو رہی تھی، تبدیلی ہو رہی تھی تو اس وقت انہوں نے باقاعدہ وقارِ عمل میں حصہ لیا اور سیکرٹری جائیداد کہتے ہیں کہ بڑا مشکل اور بھاری کام پتھر اٹھانے، بجری اٹھانے وغیرہ کا اپنے ذمہ لیتے تھے اور بڑی خوشی سے یہ کام کرتے تھے اور ایک خوبی ان میں یہ تھی کہ سب کو سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔ ان کی والدہ بتاتی ہیں کہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیا کرتے تھے۔ عام طور پر سکول اپنا کھانا لے کر جاتے اور وہاں کھا کے آیا کرتے تھے۔ ایک دن گھر آ کے والدہ کو کہا کہ مجھے کھانا دیں۔ مَیں نے کہا کہ تم لے کر تو گئے تھے تو انہوں نے کہا: ایک بچہ کھانا نہیں لے کے آیا تھا تو اسے مَیں نے اپنا کھانا دے دیا کہ میں گھر میں جا کے کھالوں گا۔ اسی طرح اپنے دوستوں کے بارے میں فکرمند رہتے اور ان کو کہا کرتے تھے کہ مجھے تمہارے مستقبل کی فکر رہتی ہے۔ اپنے جو قریبی تھے ان کو کہا کرتے تھے کہ اچھے اخلاق والے دوست چنو اور اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ اجتماعات وغیرہ، جلسے وغیرہ میں لگن سے ڈیوٹی دیا کرتے تھے بلکہ ان کے افسر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کی سیکیورٹی ڈیوٹی تھی مَیں نے رات کو کچھ کھانے کو پیش کیا تو موصوف نے کہا پہلے جو میرے ساتھی ہیں ان کو دے دیں۔ بعض والدین کو جن کے بچے وقفِ نو میں شامل ہیں ان سے بھی باوجود چھوٹے ہونے کے اکثر پوچھتے رہتے تھے اور تلقین کیا کرتے تھے کہ کوشش کریں کہ آپ کا بچہ جامعہ میں جائے۔

ان کی والدہ نے بھی بلکہ دونوں والدین نے، والد نے اور والدہ نے بھی، بڑی ہمت سے ان کی بیماری کا یہ عرصہ گزارا ہے۔ والدہ ان سے کہا کرتی تھیں کہ ہم نے تمہیں خدا کی راہ میں وقف کردیا تھا اب بھی جہاں تم جا رہے ہو، ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا تھا اور کوئی امید نہیں تھی تو بڑے حوصلے سے انہوں نے کہا وہ جگہ جہاں تم اب جا رہے ہو، وہ بھی بڑی اچھی جگہ ہے۔ اور اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی تلقین کرتی رہیں۔ وہ خود بھی اللہ کی رضا پر راضی تھے۔ پھر انہوں نے اپنی ایک تصویر جو میرے ساتھ کھنچوائی ہوئی تھی ہسپتال میں اپنے بیڈ کے سامنے رکھوالی جو اکثر تبلیغ کا ذریعہ بنتی اور ڈاکٹر پوچھتے تھے کہ کون سی کمیونٹی سے تمہارا تعلق ہے؟ ان کو بتایا جاتا کہ ہم جماعت احمدیہ سے ہیں اور اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح جو آنے والا تھا وہ آگیا ہے اس پر آگے تبلیغ چلتی تھی۔ امیر صاحب کہتے ہیں کہ میں انہیں کہا کرتا تھا کہ تم بے شک بیمار ہو لیکن اس کے باوجود تبلیغ کا ذریعہ بن رہے ہو اور اس بات پر بڑے خوش ہوتے تھے۔

پھر صدر خدام الاحمدیہ بلجیم کہتے ہیں کہ ان کو خلافت سے انتہا کا عشق تھا۔ کہتے ہیں ایک دن میں نے اطفال اور وقفِ نو کی کلاس میں خلیفہ وقت کو خط لکھنے کیلئے کہا اور خط لکھوائے تو موصوف میرے پاس آئے اور کہنے لگے مربی صاحب مجھے اردو میں خط لکھنا نہیں آتا۔ مجھے آپ لکھ کے دیں میں نقل کرلوں گا۔ پھر اسکو دیکھ دیکھ کے ہاتھ سے لکھوں گا۔ تو مَیں نے اسے کہا کہ باقی بچے ڈچ میں لکھ رہے ہیں تم بھی لکھ دو۔ یہ جامعہ آنے سے پہلے کی بات ہے۔ تو موصوف نے جواب دیا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ میرا خط براہِ راست خلیفۂ وقت تک پہنچے اور وہ میرے لیے دعا کریں۔ پھر یہ مربی صاحب کہتے ہیں کہ عزیزم رؤوف بن مقصود جو کھڑے ہو کر یہ عہد کرتے تھے کہ مَیں اپنی جان اور مال اور وقت اور عزت کو قربان کرنے کیلئے ہر دم تیار رہوں گا تو موصوف نے یہ عہد آخری سانس تک پورا کیا۔ بہت بڑی تعداد ان کے غیر از جماعت بیلجیئن دوستوں کی تھی اور کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے انہیں بِلک بِلک کر روتے دیکھا ہے۔ جب میں نے ایک دوست سے عزیزم رؤوف بن مقصود کے بارے میں پوچھا تو وہ روتے ہوئے کہنے لگے کہ آج ہمارا بہت ہی پیارا اور خیال رکھنے والا دوست ہم سے جدا ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ ایسے ہمدرد دوست بھی کسی کسی کو ملتے ہیں۔

پھر تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ Messiah has come کی ہم نے تحریک شروع کی تو جہاں بعض دفعہ دوسرے لوگ ہچکچاتے تھے یہ پکڑ پکڑ کے لوگوں کو لے کے آتے تھے اور ان کو تبلیغی لٹریچر دیتے تھے اور گفتگو کرواتے تھے اور مہمانوں کا تعارف بھی کرواتے۔ ہر تبلیغی نشست میں مہمان بھی لے کے آتے۔ بہرحال یہ جامعہ پاس کرنے سے پہلے ہی بہترین مربی اور مبلغ تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلوں کی حکمت خود جانتا ہے۔ بعض دفعہ بہترین انسانوں کو جلد اپنے پاس بلا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند کرے۔ ان کے والدین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ ظفر اقبال قریشی صاحب کا ہے جو سابق نائب امیر ضلع اسلام آباد تھے۔ یہ تین ستمبر کو ستاسی سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک مخلص خاندان سے ان کا تعلق تھا اور آپ کے دادا عبیداللہ قریشی صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جنہوں نے 1904ء میں بیعت کی تھی۔ امۃ الحمید صاحبہ جو آپ کی اہلیہ ہیں ان کے دادا حضرت خلیفہ نورالدین صاحب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی تھے۔ یہ خلیفہ نورالدین اَور ہیں ان کا نام ہے خلیفہ نورالدین۔ یہ حضرت خلیفہ اول نہیں ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ’’تحفہ گولڑویہ‘‘ میں محلہ خانیار سری نگر کشمیر میں واقع قبر مسیح کی موجودگی کی تحقیق کرنے کے سلسلہ میں آپ کی خدمت کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ ظفر اقبال قریشی صاحب نے ابتدائی تعلیم امرتسر میں حاصل کی۔ پھر جب پارٹیشن ہندو پاکستان کی ہوئی ہے تو اس وقت پھر انہوں نے پنڈی آ کے وہاں سے میٹرک کیا۔ پھر انجینئرنگ یونیورسٹی سے ڈگری لی۔ پھر سرکاری ملازمت میں چلے گئے۔ پھر یونان سے ایم ایس سی کی ڈگری انہوں نے حاصل کی۔ اسکے بعد ٹیکسلا میں یونیورسٹی پراجیکٹ مینیجر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ 94ء میں یہ چیف انجینئر کی حیثیت سے سرکاری سروس سے ریٹائرڈ ہوئے۔ اس کے بعد یہ اسلام آباد شفٹ ہوگئے اور وہاں مختلف جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اور پھر یہ 1998ء میں نائب امیر بنائے گئے۔ اس دوران میں مختلف وقتوں میں قائمقام امیر بھی بنتے رہے اور 2019ء تک اکیس سال سے زائد عرصہ نائب امیر کی حیثیت سے انہوں نے کام کیا۔ بڑی عمر میں عوارض لاحق ہوگئے تھے تو باوجود بیماری کے باقاعدگی سے مسجد آتے۔ اپنا روزمرہ کا کام کرتے۔ بہت کم گو اور صائب الرائے تھے اور انتظامی شعبہ میں بھی کافی تجربہ تھا۔ بڑی سنجیدگی سے احتیاط سے کام کرنے والے، جماعتی پیسے کا درد رکھنے والے اور بہت احساس کرنے والے تھے۔ مَیں جب ناظر اعلیٰ تھا تو اس وقت میں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے اور اس سے ہمیں مخالفین کے اعتراضوں کے جواب بھی ملیں گے اور قرآن کریم کے علوم کی بھی معرفت ہمیں حاصل ہوگی

(الفضل انٹرنیشنل 2 تا 8/جولائی 2004)

طالبِ دعا: افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب (جماعت احمدیہ سورو، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

دنیا میں ہر احمدی اپنے لئے فرض کرلے کہ اُس نے سال میں کم از کم ایک یا دو ہفتے اس کام (تبلیغ) کیلئے وقف کرنا ہے...... اس لئے اس بارے میں پوری سنجیدگی کے ساتھ تمام طاقتوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہر ایک کو پیش کرنا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4/جون 2004ء)

طالبِ دعا: عبدالرحمن خان (جماعت احمدیہ پنکال، صوبہ اُڈیشہ)

ماشاءاللہ بڑی بےنفسی اور عاجزی سے یہ کام کرتے تھے اور جوان کے افسر تھے عمر میں بہت زیادہ چھوٹے تھے ان کی بھی کامل اطاعت کیا کرتے تھے۔

ان کے پسماندگان میں اہلیہ امۃ الحمید ظفر صاحبہ کے علاوہ چار بیٹیاں امۃ الرشید صاحبہ، ڈاکٹر صدف ظفر صاحبہ، شازیہ چوہدری صاحبہ اور عائشہ طارق صاحبہ شامل ہیں۔ ایک لاہور میں ہے باقی کینیڈا میں ہیں۔ ایک بیٹی عائشہ ظفر کہتی ہیں کہ بچپن میں جب سکول جانا شروع کیا تو سالانہ امتحان سے قبل خلیفۂ وقت کی خدمت میں میری طرف سے دعائیہ خط لکھتے۔ پھر جب پوزیشن آتی تو دوبارہ خط لکھتے اور جب اس کا جواب آتا تو پڑھ کر سناتے۔ پھر جب بڑی ہوئی تو مجھے خود خط لکھنے کی تلقین کرتے اور اس خط کا خاکہ بنا کر دیا کرتے اور اس طرح نہایت پیار سے چھوٹی عمر میں ہی میرے دل میں خلافت سے پیار اور اطاعت کا جذبہ پختہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ لواحقین کو بھی صبر اور سکون عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ آنریبل کابینے کاباجا کاٹے صاحب آف سینیگال کا ہے جو 24/اگست کو پچاسی سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بڑے بہادر، اخلاص رکھنے والے، خلافت سے محبت کرنے والے، جماعتی غیرت رکھنے والے، خدمت کا جذبہ رکھنے والے، قربانی کرنے والے، مہمان نوازی کرنے والے تھے اور یہ ان کی بڑی نمایاں خصوصیات تھیں۔ جماعتی وفد کی ضیافت انتہائی پُرتکلف کرتے۔ اور ہمیشہ یہ خواہش و اصرار ہوتا کہ جب تک جماعتی وفدان کے ریجن میں ہے آپ ہی ان کی مہمان نوازی کریں گے۔ اگر مہمانوں نے کبھی باہر سے کھانا کھا لیا تو آپ ناراض ہوتے تھے کہ مجھے کیوں موقع نہیں دیا۔ مہمانوں کیلئے اپنے کمرے کو خالی کر دیتے اور ہر سہولت فراہم کرتے۔ سوشلسٹ پارٹی کی طرف سے انتخابات میں حصہ لے کر 18 سال تک ملک کی پارلیمنٹ کے ممبر رہے۔ ایک مخلص اور باوفا احمدی تھے۔ جب تک جماعت رجسٹرڈ نہیں ہوئی تھی جماعت کی پراپرٹی ان کے نام پر ہی تھی۔ مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ جب 2012ء میں مَیں سینیگال آیا اور اس کے بعد جماعت رجسٹرڈ ہوگئی تو مرحوم فرمانے لگے کہ زندگی کا اب پتہ کوئی نہیں۔ آپ جلدی سے یہ امانت جو جماعت کی پراپرٹی ہے جماعت کے نام کروائیں۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ جب بھی مشکل وقت آیا دفاع کیلئے ہمیشہ پہلی صف میں کھڑے ہوتے۔ ایک مشنری سے بڑھ کر کام کرنے والے تھے۔ لمبا عرصہ وہاں جماعت احمدیہ تمباکنڈا ریجن کے صدر کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ مرکزی عاملہ میں بطور سیکرٹری امورِ خارجہ خدمت کی توفیق پائی۔ وفات سے قبل تین ایکڑ اراضی جماعت کو سکول کے لیے پیش کی۔ اسی طرح تین ایکڑ اراضی آپ نے جماعتی ریجنل مشن ہاؤس کیلئے بھی رکھی اور فوت ہونے سے قبل چھ ایکڑ کے کاغذات ہمارے مبلغ ڈیکو حمید صاحب کے سپرد کیے کہ یہ جماعت کی امانت ہے، سنبھال کے رکھیں اور پھر کہنے لگے کہ میں گنی کنا کری جارہا ہوں۔ مجھے امید نہیں کہ واپس آؤں گا۔

یہاں جلسے پر بھی کئی دفعہ آئے۔ جلسے پہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے زمانے سے آتے رہتے تھے۔ آخری بار 2019ء کے جلسہ میں بھی شامل ہوئے۔ مجھے بھی ملے اور وہاں کے اپنے مقامی امیر صاحب کو کہنے لگے کہ زندگی کا بھروسہ کوئی نہیں۔ میری خواہش ہے کہ خلیفہ وقت کے سامنے بیٹھوں تاکہ زیادہ سے زیادہ دیکھ سکوں اور بیٹھے رہے۔ بعد میں ملاقات میں کہنے لگے کہ میرا مقصد پورا ہو گیا۔

مولانا منور خورشید صاحب کہتے ہیں کہ سینیگال میں ان کی بہت مقبول سیاسی اور انتظامی شخصیت تھی۔ سینیگال کے معروف شہر تمباکنڈا سے ان کا تعلق تھا۔ اور ان کا سیاسی خاندان تھا۔ بنیادی طور پر یہ شعبہ تعلیم سے وابستہ تھے۔ بعد میں سیاسی میدان میں آگئے۔ 95ء میں آنریبل جگ جینگ ڈپٹی سپیکر نیشنل اسمبلی کے ذریعے جماعت کا پیغام ان کو پہنچا۔ پھر جلد ہی اللہ تعالیٰ نے دل کی گرہ کھول دی جس کے بعد بشاشت قلبی اور انشراح صدر کے ساتھ بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہو گئے۔ سینیگال میں اوائل میں بیعت کرنے والے زیادہ تر مزدور پیشہ تھے یا زمیندار تھے جو حسب توفیق مالی قربانی کرتے تھے۔ جب آپ نے بیعت کر لی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ دل کھول کر مالی قربانی پیش کرنے کی توفیق پائی۔ بہت نڈر اور بہادر احمدی تھے۔ دعوت الی اللہ کا ایک جنون تھا۔ ہر ملنے والے کو دعوت حق دیتے یہاں تک کہ سربراہ مملکت کو بھی جماعت کا تعارف کرانے کی توفیق ملی۔ مرحوم کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ہر ملنے والے تک پیغام پہنچانے کی کوشش کرتے۔ ہر وقت ان کی گاڑی میں جماعتی لٹریچر اور بیعت فارم دستیاب ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی نسل میں بھی یہ اخلاص و وفا جاری رکھے۔ جو احمدی نہیں ان کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا جنازہ مکرم مبشر لطیف صاحب کا ہے۔ سپریم کورٹ کے ایڈووکیٹ تھے آج کل کینیڈا میں تھے۔ پہلے یہ لاہور میں رہے ہیں۔ 5/مئی کو پچاسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلافت احمدیہ سے بے انتہا محبت تھی۔ ان کے نانا محترم شیخ مہر علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت قریبی دوست تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کے گھر ہوشیار پور میں چلہ کاٹا جس کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو مصلح موعود کی عظیم الشان پیشگوئی عطا فرمائی۔ سترہ سال تک مبشر لطیف صاحب فیصل ٹاؤن لاہور کے صدر جماعت رہے۔ پاکستان میں جماعت کے وکلاء کی جو ٹیم تھی اس میں یہ شامل تھے اور اس بات پر فخر کرتے تھے۔ متعدد اسیران کی خدمت اور مدد کا ان کو موقع ملا۔ ان تین وکلاء میں سے ایک تھے جنہیں 1974ء میں جماعت کی نمائندگی کا موقع ملا۔ چھیالیس سال تک پنجاب یونیورسٹی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ یہ یونیورسٹی کے لاء کالج میں پڑھاتے بھی تھے۔ لاہور کی مسجد ماڈل ٹاؤن پر جب حملہ ہوا تو اس وقت یہ وہاں موجود تھے۔ یہ تو اللہ کے فضل سے محفوظ رہے لیکن ان کے چھوٹے بھائی نعیم ساجد صاحب موقع پر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد یہ بھی کینیڈا چلے گئے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تو تھے ہی، تہجد کے بھی بڑے پابند تھے۔ قرآن کریم سے بے انتہا محبت کرنے والے تھے۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چھ بیٹیاں اور کافی نواسے نواسیاں اور پڑنواسیاں چھوڑے ہیں۔

ملک طاہر صاحب امیر جماعت لاہور لکھتے ہیں کہ محترم بیرسٹر مبشر لطیف صاحب ایک قابل اور اعلیٰ تعلیم یافتہ وکیل تھے۔ یہاں سے بھی انہوں نے اس زمانے میں لاء کی ڈگری حاصل کی تھی اور جن کی جوڈیشری (Judiciary) میں بہت عزت تھی۔ جماعتی مقدمات کے سلسلے میں 1984ء کے بعد ہمارے نوجوانوں کے خلاف جب کلمہ طیبہ کے بارے میں کیس بنے تو ان کی پیشی عام مجسٹریٹ کی عدالت میں ہورہی تھی۔ گو مبشر صاحب ہائیکورٹ سے نیچے کی عدالتوں میں پیش نہیں ہوتے تھے لیکن جماعتی مفاد میں مجسٹریٹ کے سامنے بھی پیش ہوتے رہے اور جماعتی مقدمات میں بےلوث خدمت سرانجام دیا کرتے تھے۔ نہایت صائب اور قانونی مشورے دیتے تھے۔ بہت سے مجسٹریٹ اور جج بھی ان کے شاگرد رہے ہوئے ہیں لیکن ان کو اپنے شاگردوں کے سامنے پیش ہونے سے بھی کوئی عار نہیں تھا۔ عام طور پر مجسٹریٹ کی عدالت میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے وکیل پیش نہیں ہوتے۔

مبارک طاہر صاحب مشیر قانونی کہتے ہیں کہ مبشر لطیف صاحب کی جماعتی خدمات کا سلسلہ 1974ء سے شروع ہوا۔ آپ نے صمدانی کمیشن میں غیر از جماعت وکیل اعجاز حسین بٹالوی صاحب کو بھی اسسٹ (assist) کیا۔ 84ء کے آرڈیننس کے خلاف جو کیس شرعی عدالت میں دائر کیا گیا تھا اس کے پینل میں بھی مبشر لطیف صاحب شامل رہے۔ منصفانہ قانون کے تحت تو اس پر کچھ نہیں ہونا تھا اور یہ پتہ تھا کہ نہیں ہوگا لیکن انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے بڑی محنت سے یہ سارا کیس تیار کیا۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور ان کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور سکون عطا فرمائے۔ نماز کے بعد ان شاءاللہ ان سب کا نماز جنازہ بھی ہوگا۔

بقیہ تفسیر حضرت مصلح موعودؓ از صفحہ نمبر 1

اعلان فرمایا کہ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْہِنَّ دَرَجَۃٌ یعنی حقوق کے لحاظ سے تو مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں لیکن انتظامی لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر ایک حقِ فوقیت حاصل ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ایک مجسٹریٹ انسان ہونے کے لحاظ سے تو عام انسانوں جیسے حقوق رکھتا ہے اور جس طرح ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کو بھی ظلم اور تعدی کی اجازت نہیں اُسی طرح مجسٹریٹ کو بھی نہیں مگر پھر بھی وہ بحیثیت مجسٹریٹ اپنے ماتحتوں پر فوقیت رکھتا ہے اور اُسے قانون کے مطابق دوسروں کو سزا دینے کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ اِسی طرح تمدنی اور مذہبی معاملات میں مرد و عورت دونوں کے حقوق برابر ہیں لیکن مردوں کو اللہ تعالیٰ نے قوام ہونے کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی ہے لیکن دوسری طرف اسنے عورتوں کو استمالتِ قلب کی ایسی طاقت دیدی ہے جس کی وجہ سے وہ بسا اوقات مردوں پر غالب آجاتی ہیں۔ بنگالہ کی جادوگر عورتیں تو جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے مردوں پر جادو سا کر دیتی ہیں۔ پس جہاں مرد کو عورت پر ایک رنگ میں فوقیت دی گئی ہے، وہاں عورت کو استمالتِ قلب کی طاقت عطا فرما کر مرد پر غلبہ دے دیا گیا ہے، جسکی وجہ سے بسا اوقات عورتیں مردوں پر اس طرح حکومت کرتی ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب کاروبار انہیں کے ہاتھ میں ہے۔ دراصل ہر شخص کی الگ الگ رنگ کی حکومت ہوتی ہے۔ جہاں تک احکام شرعی اور نظام کے قیام کا سوال ہے، اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت دے دی ہے مثلاً شریعت کا یہ حکم ہے کہ کوئی لڑکی اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کرسکتی۔ یہ حکم ایسا ہے جو اپنے اندر بہت بڑے فوائد رکھتا ہے۔ یورپ میں ہزاروں مثالیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ بعض لوگ دھوکے باز اور فریبی تھے مگر اس وجہ سے کہ وہ خوش وضع نوجوان تھے انہوں نے بڑے بڑے گھرانوں کی لڑکیوں سے شادیاں کرلیں اور بعد میں کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوئیں۔ لیکن ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ رشتہ کی تجویز کے وقت باپ غور کرتا ہے والدہ غور کرتی ہے بھائی سوچتے ہیں رشتہ دار تحقیق کرتے ہیں اور اس طرح جو بات طے ہوتی ہے وہ بالعموم ان نقائص سے پاک ہوتی ہے جو یورپ میں نظر آتے ہیں۔ یورپ میں تو یہ نقص اس قدر زیادہ ہے کہ جرمنی کے سابق شہنشاہ کی بہن نے اسی ناواقفی کی وجہ سے ایک باورچی سے شادی کرلی اسکی وضع قطع اچھی تھی اور اس نے مشہور یہ کردیا تھا کہ وہ روس کا شہزادہ ہے جب شادی ہوگئی تو بعد میں پتا چلا کہ وہ تو کہیں باورچی کا کام کیا کرتا تھا۔ یہ واقعات ہیں جو یورپ میں کثرت سے ہوتے رہتے ہیں۔ ان واقعات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مردوں کے قوام ہونے کے متعلق جو کچھ فیصلہ کیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ شریعت کا اس سے یہ منشا نہیں کہ عورتوں پر ظلم ہو یا انکی کوئی حق تلفی ہو بلکہ شریعت کا اس امتیاز سے یہ منشا ہے کہ جن باتوں میں عورتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے ان میں عورتوں کو نقصان سے محفوظ رکھا جائے۔ اسی وجہ سے جن باتوں میں عورتوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ان میں ان کا حق خدا تعالیٰ نے خود ہی انہیں دے دیا ہے۔ پس قرآن کریم نے جو کچھ کہا ہے وہ اپنے اندر بہت بڑی حکمتیں اور مصالح رکھتا ہے۔ اگر دنیا ان کے خلاف عمل کر رہی ہے تو وہ کئی قسم کے نقصانات بھی برداشت کر رہی ہے جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اسلام کے خلاف عمل پیرا ہونا کبھی نیک نتائج کا حامل نہیں ہوسکتا۔

(تفسیر کبیر، جلد 2، صفحہ 512 تا 513، مطبوعہ قادیان 2010)

دعائے مغفرت

مکرم محمد سلطان الدین فاضل صاحب مرحوم ولد مکرم فاضل کرم علی صاحب مرحوم آف حیدرآباد مورخہ 27 جون 2020 کو وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ 16 مارچ 1942ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا مکرم خوجہ کرم علی فاضل صاحب خوجہ برادری سے تعلق رکھتے تھے اور ممبئی جماعت کے رہنے والے تھے۔ قبول احمدیت کے بعد آپ کو مخالفت کی وجہ سے ممبئی سے حیدرآباد ہجرت کرنی پڑی۔ آپ کی ایک پھوپھی کی شادی حضرت عبداللہ الہ دین صاحبؓ کے ساتھ ہوئی تھی۔ اور دوسری پھوپھی کی شادی مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب آف ربوہ کے ساتھ ہوئی۔ نماز کی ہمیشہ پابندی کیا کرتے تھے۔ جمعہ کی نماز کیلئے سب سے پہلے مسجد پہنچتے۔ چندہ جات کی برقت ادائیگی کرتے۔ ہر ایک سے خوش اخلاقی سے پیش آتے۔ آپ نے اپنے پیچھے اہلیہ صغریٰ بیگم صاحبہ کے علاوہ دو بیٹے مکرم ریاض احمد فاضل صاحب اور مکرم اکرام احمد فاضل صاحب اور پانچ بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

(محمد کلیم خان، مبلغ انچارج حیدرآباد)

نبیوں کا سردارؐ

(از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر قیام

اِس کے بعد آپ نے فرمایا سب سے قریب گھر کس کا ہے؟ ابوایوبؓ انصاری آگے بڑھے اور کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میرا گھر سب سے قریب ہے اور آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہے۔ آپ نے فرمایا گھر جاؤ اور ہمارے لئے کوئی کمرہ تیار کرو۔ ابوایوبؓ کا مکان دومنزلہ تھا اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اُوپر کی منزل تجویز کی مگر آپ نے اِس خیال سے کہ ملنے والوں کو تکلیف ہوگی نچلی منزل پسند فرمائی۔

انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جو شدید محبت پیدا ہوگئی تھی، اُس کا مظاہرہ اِس موقع پر بھی ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر حضرت ابوایوبؓ مان تو گئے کہ آپ نچلی منزل میں ٹھہریں، لیکن ساری رات میاں بیوی اس خیال سے جاگتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے نیچے سو رہے ہیں پھر وہ کس طرح اِس بے ادبی کے مرتکب ہوسکتے ہیں کہ وہ چھت کے اوپر سوئیں۔ رات کو ایک برتن پانی کا گر گیا تو اِس خیال سے کہ چھت کے نیچے پانی نہ ٹپک پڑے حضرت ایوبؓ نے دَوڑ کر اپنا لحاف اُس پانی پر ڈال کر پانی کی رطوبت کو خشک کیا۔ صبح کے وقت پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارے حالات عرض کئے جس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر جانا منظور فرمالیا۔ حضرت ابوایوبؓ روزانہ کھانا تیار کرتے اور آپ کے پاس بھجواتے پھر جو آپ کا بچا ہوا کھانا آتا وہ سارا گھر کھاتا۔ کچھ دنوں کے بعد اصرار کے ساتھ باقی انصار نے بھی مہمان نوازی میں اپنا حصہ طلب کیا اور جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر کا انتظام نہ ہوگیا باری باری مدینہ کے مسلمان آپ کے گھر میں کھانا پہنچاتے رہے۔

حضرت اَنسؓ خادم آنحضرت ﷺ کی شہادت

مدینہ کی ایک بیوہ عورت کا ایک ہی لڑکا اَنسؓ نامی تھا۔ اُس کی عمر آٹھ سال تھی وہ اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں اور کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میرے اِس لڑکے کو اپنی خدمت کیلئے قبول فرمائیں۔ وہ عورت اپنی محبت کی وجہ سے اپنے لڑکے کو قربانی کیلئے پیش کر رہی تھی لیکن اُسے کیا معلوم تھا کہ اُس کا لڑکا قربانی کیلئے نہیں بلکہ ہمیشہ کی زندگی کیلئے قبول کیا گیا۔

اَنسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اِسلام کے بہت بڑے عالم ہوئے اور آہستہ آہستہ بہت بڑے مالدار ہو گئے۔ اُنہوں نے ایک سَو سال سے زیادہ عمر پائی اور اِسلامی بادشاہت میں بہت عزت کی نگاہ کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ اَنسؓ کا بیان ہے کہ میں نے چھوٹی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل کیا اور آپ کی زندگی تک آپ کے ساتھ رہا کبھی آپ نے مجھ سے سختی کے ساتھ بات نہیں کی، کبھی جھڑکی نہیں دی، کبھی کسی ایسے کام کیلئے نہیں کہا جو میری طاقت سے باہر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامِ مدینہ کے ایام میں صرف اَنسؓ سے خدمت لینے کا موقع ملا اور اَنسؓ کی شہادت اِس بارہ میں آپ کے اخلاق پر نہایت تیز روشنی ڈالنے والی ہے۔

مکہ سے اہل وعیال کو بُلوانا مسجد نبوی کی بنیاد رکھنا

کچھ عرصہ کے بعد آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ کو مکہ میں بھجوایا کہ وہ آپ کے اہل وعیال کو لے آئے۔ چونکہ مکہ والے اِس اچانک ہجرت کی وجہ سے کچھ گھبرا گئے تھے اِس لئے کچھ عرصہ تک مظالم کا سلسلہ بند رہا اور اسی گھبراہٹ کی وجہ سے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے خاندان کے مکہ چھوڑنے میں مزاحم نہیں ہوئے اور یہ لوگ خیریت سے مدینہ پہنچ گئے۔ اِس عرصہ میں جو زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدی تھی سب سے پہلے وہاں آپ نے مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کے بعد اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کیلئے مکان بنوائے جس پر کوئی سات مہینے کا عرصہ لگا۔

مدینہ کے مشرک قبائل کا اِسلام میں داخل ہونا

مدینہ میں آپ کے داخلہ کے بعد چند ہی دن میں مدینہ کے مشرک قبائل میں سے اکثر لوگ مسلمان ہوگئے، جو دل سے مسلمان نہ ہوئے تھے وہ ظاہری طور پر مسلمانوں میں شامل ہوگئے اور اس طرح پہلی دفعہ مسلمانوں میں منافقوں کی ایک جماعت قائم ہوئی جو بعد کے زمانہ میں کچھ تو سچے طور پر ایمان لے آئی اور کچھ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف منصوبے اور سازشیں کرتی رہی۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ظاہر میں بھی اِسلام نہ لائے مگر یہ لوگ مدینہ میں اِسلام کی شوکت کو برداشت نہ کر سکے اور مدینہ سے ہجرت کر کے مکہ چلے گئے۔ اس طرح مدینہ دنیا کا پہلا شہر تھا جس میں خالصتہً خدائے واحد کی عبادت قائم کی گئی۔ یقیناً اُس وقت دنیا کے پردہ پر اس شہر کے سوا اور کوئی شہر یا گاؤں خالصتہً خدائے واحد کی عبادت کرنے والا نہیں تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ کتنی بڑی خوشی اور اُن کے ساتھیوں کی نگاہوں میں یہ کتنی عظیم الشان کامیابی تھی کہ مکہ سے ہجرت کرنے کے چند دنوں بعد ہی خدا تعالیٰ نے اُن کے ذریعہ سے ایک شہر کو پورے طور پر خدائے قادر کا پرستار بنا دیا جس میں اور کسی بت کی پوجا نہیں کی جاتی تھی، نہ ظاہری بت کی نہ باطنی بت کی لیکن اس تبدیلی سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مسلمانوں کیلئے اب امن آ گیا تھا۔ مدینہ میں عربوں میں سے بھی ایک جماعت منافقوں کی ایسی موجود تھی جو آپ کی جان کی دشمن تھی اور یہود بھی ریشہ دوانیاں کر رہے تھے۔ چنانچہ اِس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے آپ خود بھی چوکس رہتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو بھی چوکس رہنے کی تاکید کرتے تھے۔ شروع میں بعض دن ایسے بھی آئے کہ آپ کو رات بھر جاگنا پڑا۔ ایک دفعہ ایسی ہی حالت میں جب آپ کو جاگتے رہنے سے تھکان محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا اِس وقت کوئی مخلص آدمی پہرہ دیتا تو میں سوجاتا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی آپ نے پوچھا کون ہے؟ تو آواز آئی یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! میں سعد بن وقاص ہوں جو آپ کا پہرہ دینے کیلئے آیا ہوں۔ اِس پر آپ نے آرام فرمایا۔ انصار کو خود بھی یہ محسوس ہو رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی رہائش ہم پر بہت بڑی ذمہ واری ڈالتی ہے اور یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دشمنوں کے حملوں سے محفوظ نہیں چنانچہ انہوں نے باہمی فیصلہ کر کے مختلف قبائل کی باریاں مقرر کر دیں۔ ہر قبیلہ کے کچھ لوگ باری باری آپ کے گھر کا پہرہ دیتے تھے۔

غرض مکی زندگی اور مدنی زندگی میں اگر کوئی فرق تھا تو صرف یہ کہ اب مسلمان خدا کے نام پر قائم کی ہوئی مسجد میں بغیر دوسرے لوگوں کی دخل اندازی کے پانچوں وقت نمازیں پڑھ سکتے تھے۔

مکہ والوں کی مسلمانوں کو دوبارہ دُکھ دینے کی تدبیریں

دو تین مہینے گزرنے کے بعد مکہ کے لوگوں کی پریشانی دُور ہوئی اور اُنہوں نے نئے سرے سے مسلمانوں کو دکھ دینے کی تدابیر سوچنی شروع کیں۔ مگر مشورہ کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ صرف مکہ اور گرد ونواح میں مسلمانوں کو تکلیف دینا اُنہیں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں کرسکتا۔ وہ اِسلام کو تبھی مٹا سکتے ہیں جب مدینہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکلوا دیں۔ چنانچہ یہ مشورہ کر کے مکہ کے لوگوں نے عبداللہ ابن ابی بن سلول کے نام جس کی نسبت پہلے بتایا جاچکا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے مدینہ والوں نے اُسے اپنا بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا تھا خط لکھا اور اسے توجہ دلائی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ جانے کی وجہ سے مکہ کے لوگوں کو بہت صدمہ ہوا ہے۔ مدینہ کے لوگوں کو چاہئے نہیں تھا کہ وہ آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو پناہ دیتے۔ اِس کے آخر میں یہ الفاظ تھے ”اِنَّكُمْ اٰوَيْتُمْ صَاحِبَنَا وَاِنَّا نُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَاتِلَنَّهٗ اَوْ تُخْرِجَنَّهٗ اَوْلَنُسِيْرَنَّ اِلَيْكُمْ بِاَجْمَعِنَا حَتّٰى نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَكُمْ وَنَسْتَبِيْحَ نِسَاءَكُمْ“ یعنی اب جبکہ تم لوگوں نے ہمارے آدمی (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے گھروں میں پناہ دی ہے ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر یہ اعلان کرتے ہیں کہ یا تو تم مدینہ کے لوگ اس کے ساتھ لڑائی کرو یا اُسے اپنے شہر سے نکال دو نہیں تو ہم سب کے سب مل کر مدینہ پر حملہ کریں گے اور مدینہ کے تمام قابل جنگ آدمیوں کو قتل کر دیں گے اور عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔ اِس خط کے ملنے پر عبداللہ ابن ابی بن سلول کی نیت کچھ خراب ہوئی اور اُس نے دوسرے منافقوں سے مشورہ کیا کہ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے یہاں رہنے دیا تو ہمارے لئے خطرات کا دروازہ کھل جائے گا اِس لئے چاہئے کہ ہم آپ کے ساتھ لڑائی کریں اور مکہ والوں کو خوش کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع مل گئی اور آپ عبداللہ ابن ابی بن سلول کے پاس گئے اور اُسے سمجھایا کہ تمہارا یہ فعل خود تمہارے لئے ہی مضر ہوگا۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ مدینہ کے بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں اور اِسلام کیلئے جانیں قربان کرنے کیلئے تیار ہیں اگر تم ایسا کرو گے تو وہ لوگ یقیناً مہاجرین کے ساتھ ہوں گے اور تم لوگ اِس لڑائی کو شروع کر کے بالکل تباہ ہوجاؤ گے۔ عبداللہ ابن ابی بن سلول پر اپنی غلطی کھل گئی اور وہ اِس ارادہ سے باز آ گیا۔

انصار ومہاجرین میں مؤاخات

اِنہی ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور تدبیر اِسلام کی مضبوطی کیلئے اختیار کی اور وہ یہ کہ آپ نے تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ اِس مؤاخات یعنی بھائی چارے کا انصار نے ایسی خوشدلی سے استقبال کیا کہ ہر انصاری اپنے بھائی کو اپنے گھر پر لے گیا اور اپنی جائیداد اُسکے سامنے پیش کر دی کہ اُسے نصف نصف بانٹ لیا جائے۔ ایک انصاری نے تو یہاں تک حد کر دی کہ اپنے مہاجر بھائی سے اصرار کیا کہ میں اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے دیتا ہوں تم اُس سے شادی کرلو۔ مگر مہاجرین نے اُن کے اِس اخلاص کا شکریہ ادا کر کے اُنکی جائدادوں میں سے حصہ لینے سے انکار کر دیا۔ مگر پھر بھی انصار مصر رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! جب یہ مہاجرین ہمارے بھائی ہو گئے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ہمارے مال میں حصہ دار نہ ہوں۔ ہاں چونکہ یہ زمیندارہ سے واقف نہیں اور تاجر پیشہ لوگ ہیں اگر یہ ہماری زمینوں سے حصہ نہیں لیتے تو پھر ہماری زمینوں کی جو آمدنیاں ہوں اِس میں ضرور ان کو حصہ دار بنایا جائے۔ مہاجرین نے اِس پر بھی اُن کے ساتھ حصہ دار بننا پسند نہ کیا اور اپنے آبائی پیشہ تجارت میں لگ گئے اور تھوڑے ہی دنوں میں اُن میں سے کئی مالدار ہو گئے۔ مگر انصار اِس حصہ بٹانے پر اتنے مصر تھے کہ بعض انصار جو فوت ہوئے اُن کی اولادوں نے عرب کے دستور کے مطابق اپنے مہاجر بھائیوں کو مرنے والے کی جائداد میں سے حصہ دیا اور کئی سال تک اس پر عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ قرآن کریم میں اِس عمل کی منسوخی کا ارشاد نازل ہوا۔

(جاری)

(نبیوں کا سردارؐ صفحہ 66 تا 72، مطبوعہ قادیان 2014ء)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

(98) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب حضرت صاحب نے پہلے دن لدھیانہ میں بیعت لی تو اس وقت آپ ایک کمرہ میں بیٹھ گئے تھے اور دروازہ پر شیخ حامد علی کو مقرر کر دیا تھا۔ اور شیخ حامد علی کو کہہ دیا تھا کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ کے اندر بلاتے جاؤ چنانچہ آپ نے پہلے حضرت خلیفہ اوّل کو بلوایا ان کے بعد میر عباس علی کو پھر میاں محمد حسین مراد آبادی خوش نویس کو اور چوتھے نمبر پر مجھ کو اور پھر ایک یادو اور لوگوں کو نام لے کر اندر بلایا پھر اس کے بعد شیخ حامد علی کو کہہ دیا کہ خود ایک ایک آدمی کو اندر داخل کرتے جاؤ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اوائل میں حضور ایک ایک کی الگ الگ بیعت لیتے تھے لیکن پھر بعد میں اکٹھی لینے لگ گئے۔ اور میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ پہلے دن جب آپ نے بیعت لی تو وہ تاریخ 20/رجب 1306ء ہجری مطابق 23 مارچ 1889ء تھی اور اس وقت بیعت کے الفاظ یہ تھے۔ ’’آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھونگا اور 12/جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ . اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ . اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ‘‘ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر مصافحہ کے طریق پر بیعت کنندگان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے تھے لیکن بعض لوگوں سے آپ نے پنجہ کے اوپر کلائی پر سے بھی ہاتھ پکڑ کر بیعت لی ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول فرماتے تھے کہ میری بیعت آپ نے اسی طرح لی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ بیعت اولیٰ کے دن مولوی عبدالکریم صاحب بھی وہیں موجود تھے مگر انہوں نے بیعت نہیں کی۔

(99) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ لدھیانہ میں پہلی دفعہ بیعت لے کر یعنی ابتداء 1889ء میں حضرت صاحب علی گڑھ تشریف لے گئے تھے۔ میں اور میر عباس علی اور شیخ حامد علی ساتھ تھے۔ حضرت صاحب سید تفضّل حسین صاحب تحصیل دار کے مکان پر ٹھہرے جو ان دنوں دفتر ضلع میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ وہاں ایک تحصیل دار نے جو سید صاحب کا واقف تھا حضرت صاحب کی دعوت کی اور شہر کے دوسرے معززین کو بھی مدعو کیا۔ حضور تشریف لے گئے اور ہم تینوں کو حسب عادت اپنے دائیں بائیں بٹھایا۔ تحصیلدار صاحب نے کھانے کیلئے چوکیوں یعنی چھوٹے چھوٹے تخت پوشوں کا انتظام کیا تھا جن پر کھانا رکھا گیا اور لوگ ان کے گرد بیٹھ گئے۔ چوکیوں پر کنچ کے گلاسوں میں گلدستے رکھے ہوئے تھے۔ جب کھانا شروع ہوا تو میر عباس علی نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ خاموش بیٹھے رہے۔ حضرت صاحب نے ان سے دریافت کیا میر صاحب آپ کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے کہا یہ نیچریوں کے طریق کا کھانا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا نہیں اس میں کوئی حرج نہیں یہ خلاف شرع نہیں ہے۔ میر صاحب نے کہا میرا تو دل نہیں چاہتا۔ حضرت صاحب نے فرمایا میر صاحب! ہم جو کھاتے ہیں۔ میر صاحب نے کہا حضرت آپ کھائیں میں تو نہیں کھاتا۔ غرض میر عباس علی نے کھانا نہیں کھایا۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ جب عباس علی مرتد ہوا تو مجھے یہ بات یاد آئی کہ وہ تو دراصل اسی وقت سے کٹ چکا تھا۔ نیز میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ علی گڑھ میں لوگوں نے حضرت صاحب سے عرض کر کے حضور کے ایک لیکچر کا انتظام کیا تھا اور حضور نے منظور کر لیا تھا۔ جب اشتہار ہوگیا اور سب تیاری ہوگئی اور لیکچر کا وقت قریب آیا تو حضرت صاحب نے سیّد تفضّل حسین صاحب سے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ میں لیکچر نہ دوں اس لئے میں اب لیکچر نہیں دوں گا۔ انہوں نے کہا حضور اب تو سب کچھ ہو چکا ہے لوگوں میں بڑی ہتک ہوگی۔ حضرت صاحب نے فرمایا خواہ کچھ ہو ہم خدا کے حکم کے مطابق کریں گے۔ پھر اور لوگوں نے بھی حضرت صاحب سے بڑے اصرار سے عرض کیا مگر حضرت صاحب نے نہ مانا اور فرمایا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ میں خدا کے حکم کو چھوڑ دوں اس کے حکم کے مقابل میں مَیں کسی ذلت کی پروا نہیں کرتا۔ غرض حضرت صاحب نے لیکچر نہیں دیا اور قریباً سات دن وہاں ٹھہر کر واپس لدھیانہ تشریف لے آئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب نے جب پہلے پہل یہ روایت بیان کی تو یہ بیان کیا کہ یہ سفر حضرت صاحب نے 1884ء میں کیا تھا۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے عرض کیا تو انہوں نے اسکی تردید کی اور کہا کہ یہ سفر میاں (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی) کی پیدائش بلکہ ابتدائی بیعت کے بعد ہوا تھا۔ جب میں نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت میاں عبداللہ صاحب کے پاس بیان کی تو انہوں نے پہلے تو اپنے خیال کی صحت پر اصرار کیا لیکن آخر ان کو یاد آ گیا کہ یہی درست ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ علی گڑھ کے سفر سے حضرت صاحب کا وہ ارادہ پورا ہوا جو حضور نے سفر ہندوستان کے متعلق کیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اسی سفر میں مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی نے حضور کی مخالفت کی اور آخر آپ کے خلاف ایک کتاب لکھی مگر جلد ہی اس جہان سے گذر گیا۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف فتح اسلام کے حاشیہ میں اس سفر کا مکمل ذکر کیا ہے)

(101) **بسم اللہ الرحمن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب میں 1882ء میں پہلے پہل قادیان آیا تو اس وقت میری عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی اور میری ایک شادی ہوچکی تھی اور دوسری کا خیال تھا جس کے متعلق میں نے بعض خوابیں بھی دیکھی تھیں۔ میں نے ایک دن حضرت صاحب کے ساتھ ذکر کیا کہ مجھے ایسی ایسی خوابیں آئی ہیں حضرت صاحب نے فرمایا یہ تمہاری دوسری شادی کے متعلق ہیں اور فرمایا مجھے بھی اپنی دوسری شادی کے متعلق الہام ہوئے ہیں۔ دیکھئے تمہاری شادی پہلے ہوتی ہے کہ ہماری۔ میں نے ادب کے طور پر عرض کیا کہ حضور ہی کی پہلے ہوگی۔ پھر اس کے بعد مجھے اپنے ایک رشتہ کے ماموں محمد اسماعیل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کا خیال ہوگیا۔ چنانچہ میں نے قادیان آکر حضرت صاحب کے ساتھ اس کا ذکر کیا۔ اس سے پہلے میرے ساتھ اسماعیل مذکور بھی ایک دفعہ قادیان ہو گیا تھا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا تم نے اس وقت کیوں نہ مجھ سے ذکر کیا جب اسماعیل یہاں آیا تھا ہم اسے یہیں تحریک کرتے۔ پھر آپ نے میرے ماموں محمد یوسف صاحب مرحوم کو جو حضرت صاحب کے بڑے معتقد تھے اور جن کے ذریعہ مجھے حضرت صاحب کی طرف رہنمائی ہوئی تھی خط لکھا اور اس میں اسماعیل کے نام بھی ایک خط ڈالا اور لکھا کہ اسماعیل کے نام کا خط اسکے پاس لے جائیں اور اسے تحریک کریں۔ اور اس خط میں میرے والد اور دادا اور خسر کی طرف بھی حضور نے خطوط ڈال کر بھیجے اور ان سب خطوط کو اہم بنانے کیلئے ان پر اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی مہر لگائی اور میرے والد اور دادا اور خسر کے خط میں لکھا کہ میاں عبداللہ دینی غرض سے دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں ان کو نہ روکیں اور ان پر راضی رہیں۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ حضرت صاحب نے ایسا اس لئے لکھا تھا کہ میں نے حضور کو کہا تھا کہ میں نے اپنے والد اور دادا سے اس امر کے متعلق کھل کر ذکر نہیں کیا مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں اس میں روک نہ ہوں کیونکہ اس زمانہ میں نکاح ثانی کو بُرا سمجھا جاتا تھا۔ حضرت صاحب نے ادھر یہ خطوط لکھے اور اُدھر میرے واسطے دعا شروع فرمائی۔ ابھی میرے ماموں محمد یوسف صاحب کا جواب نہیں آیا تھا اور حضرت صاحب میری تحریک پر اس امر کے واسطے دعا میں مصروف تھے کہ عین دعا کرتے کرتے حضرت صاحب کو الہام ہوا ’’ناکامی‘‘ پھر دعا کی تو الہام ہوا ’’اے بسا آرزو کہ خاک شدہ‘‘ پھر اس کے بعد ایک اور الہام ہوا ’’فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ‘‘ حضرت صاحب نے مجھے یہ الہام بتا دیئے۔ ان دنوں میں میر عباس علی بھی یہاں آئے ہوئے تھے ان سے حضرت صاحب نے ان الہامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ معلوم نہیں میاں عبداللہ صاحب کا ہمارے ساتھ کیسا تعلق ہے کہ ادھر دعا کرتا ہوں اور اُدھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب مل جاتا ہے۔ چند دنوں کے بعد میاں محمد یوسف صاحب کا جواب آ گیا کہ میاں عبداللہ کے والد اور دادا اور خسر تو راضی ہو گئے ہیں مگر اسماعیل انکار کرتا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ اب ہم اسماعیل کو خود کہیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اِدھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناکامی کا الہام ہوا ہے اُدھر اسماعیل انکاری ہے اب اس معاملہ میں کیا کامیابی کی صورت ہوسکتی ہے؟ فرمایا نہیں قرآن شریف میں ہے کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ (الرحمٰن:30) یعنی ہر دن اللہ تعالیٰ الگ شان میں ہوتا ہے پس کوشش نہیں چھوڑنی چاہیے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے الہامات کا یہ منشاء ہو کہ جس طریق پر کوشش کی گئی ہے اس میں ناکامی ہے اور کسی اور طریق پر کامیابی مقدر ہو۔ چنانچہ اس کے بعد بدستور میرا اس کی طرف خیال رہا اور میں حضور سے دعائیں بھی کراتا رہا۔ اسماعیل ان دنوں میں سرہند کے پاس پٹواری تھا اور سرہند میں حشمت علی خان صاحب تحصیلدار تھے۔ جو ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کے قریبی رشتہ دار تھے۔ انہوں نے حضرت صاحب سے وعدہ لیا ہوا تھا کہ کبھی حضور سرہند تشریف لے چلیں گے۔ چنانچہ جب آپ انبالہ جانے لگے تو مجھے کہا کہ حشمت علی خاں صاحب کو لکھ دو کہ ہم انبالہ جاتے ہوئے سرہند آئیں گے اور مجھے حضرت صاحب نے فرمایا کہ سرہند میں مجدّد صاحب کے روضہ پر بھی ہو آئیں گے۔ اور اسماعیل سے بھی تمہارے متعلق بات کرنے کا موقع مل جائے گا۔ چنانچہ آپ وہاں گئے اور تحصیل میں حشمت علی خاں صاحب کے پاس ٹھہرے۔ رات کو جب نماز اور کھانے سے فراغت ہوچکی تو حضور چارپائی پر لیٹ گئے اور حشمت علی خان صاحب سے فرمایا تحصیل دار صاحب اب آپ آرام کریں ہم نے میاں اسماعیل سے کچھ علیحدگی میں بات کرنی ہے اس پر وہ اور ان کے ساتھی اُٹھ گئے اور میں بھی اُٹھ آیا۔ اس وقت اسماعیل حضرت صاحب کے پاؤں دبا رہا تھا۔ پھر حضرت صاحب نے اسماعیل کو میرے متعلق کہا مگر اس نے انکار کیا اور کئی عذر کر دیئے کہ دو بیویوں میں جھگڑے ہوا کرتے ہیں نیز یہ کہ عبداللہ کی تنخواہ بہت قلیل ہے (اس وقت میری تنخواہ ساڑھے چار روپے ماہوار تھی) گذارہ کس طرح ہوگا اور میاں عبداللہ کے خُسر میرے قریبی ہیں ان کو ملال ہوگا وغیرہ۔ حضرت صاحب نے فرمایا ان سب باتوں کا میں ذمہ لیتا ہوں مگر اس نے پھر بھی نہیں مانا اور عذر کیا کہ میری بیوی نہیں مانے گی۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں نے خدا اور اسکے رسول کا حکم پیش کیا اور اپنی طرف سے بھی کہا مگر اس نے انکار کیا گویا اس کا خدا اس کا رسول اور اس کا پیر سب اس کی بیوی ہے کیونکہ وہ کہتا تھا کہ میں تو جو وہ کہے گی وہی کرونگا۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ابھی میں نے اسماعیل سے بات شروع نہیں کی تھی کہ مجھے کشف ہوا تھا کہ اس نے میرے بائیں ہاتھ پر دست پھر دیا ہے نیز میں نے کشف میں دیکھا تھا کہ اسکی شہادت کی انگلی کٹی ہوئی ہے۔ اس پر میں سمجھ گیا تھا کہ یہ اس معاملہ میں مجھے نہایت گندے جواب دے گا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ اس کا جواب سن کر مجھے اس سے ایسی نفرت ہوئی کہ دل چاہتا تھا کہ یہ ابھی اُٹھ جاوے اور پھر کبھی تازیست میرے سامنے نہ آوے۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں اسکے بعد اسماعیل نے اپنی لڑکی کی دوسری جگہ شادی کر دی جس پر مجھ کو سخت صدمہ پہنچا۔ میری اس حالت کی میرے والد صاحب نے حضرت صاحب کو بذریعہ خط اطلاع دی تو آپ نے مجھے خط لکھا کہ تم کچھ عرصہ کے واسطے تبدیل خیالات کیلئے یہاں میرے پاس آجاؤ۔ مگر اس شادی کے بعد اسماعیل پر بڑی مصیبت آئی۔ اسکے دو جوان لڑکے اور بیوی فوت ہو گئے۔ پھر جب میری دوسری شادی ماسٹر قادر بخش صاحب کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوئی تو اسمٰعیل بہت پچھتایا اور اس نے مجھے کہا کہ حضرت سے مجھے معافی لے دو۔ میں نے حضرت صاحب کو لکھا حضور نے اس کی بیعت قبول فرمالی مگر اس کے بعد بھی اسماعیل کو حضرت صاحب کی ملاقات نصیب نہیں ہوئی۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ میرے متعلق جو حضرت صاحب نے اپنے نشانات کے ذکر میں لکھا ہے کہ مجھے دکھایا گیا تھا کہ میاں عبداللہ کو ایک معاملہ میں ناکامی ہوگی سو ایسا ہی ہوا وہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضور نے اپنی تصنیف حقیقۃ الوحی نشان نمبر 55 میں میاں عبداللہ صاحب کی اس ناکامی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(سیرۃ المہدی، جلد 1، مطبوعہ قادیان 2007)

ایک احمدی عورت کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ تمام خصوصیات کی حامل ہو جو مومن بننے کیلئے ضروری ہیں

کیا ہی خوش قسمت ہیں آپ جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستے پر چل کر نہ صرف اپنے لئے جنت کے راستے بنا رہی ہیں بلکہ اس نیک تربیت کی وجہ سے جو آپ اپنی اولادوں کی کر رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کا رسول فرماتا ہے کہ تم اپنی اولاد کو بھی جنت میں بھیج سکتی ہو

(قرآن مجید، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے احمدی مستورات کو نہایت اہم نصائح)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جلسہ سالانہ بلجیم 2004ء کے موقع پر مورخہ 11/ستمبر 2004ء کو مستورات سے خطاب

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اسلامی معاشرے میں عورت کو ایک مقام دیا ہے اور اگر عورت نیک ہو، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والی ہو، عبادت گزار ہو، بچوں کی نیک تربیت کرنے والی ہو تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے ایسی عورتیں وہ ہیں جن کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ اب جنت یونہی حاصل نہیں ہو جاتی۔ جنت کے حصول کیلئے تو بڑی بڑی شرطیں پوری کرنی پڑتی ہیں، بڑے اعمال بجا لانے پڑتے ہیں، بڑے مجاہدے کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن عورت کو یہ مقام دیا کہ نیک اعمال بجا لا کر تم خود تو جنت میں جاؤ گی لیکن تمہارے پاس ایک ایسا اجازت نامہ بھی ہے جو بعض شرائط کے ساتھ تم اپنی اولاد کی تربیت کیلئے استعمال کرو تو تمہاری اولاد بھی اس وجہ سے جنت کو حاصل کرنے والی ہوگی۔ کیونکہ جنت ایک ایسا مقام ہے جس میں مرنے کے بعد ہی ایسے لوگ داخل ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں اور وہ قرب پانے والے کون لوگ ہوں گے۔ فرمایا کہ وہ، وہ لوگ ہوں گے، مومنین اور نیک عمل کرنے والے لوگ ہوں گے، مومنات ہوں گی۔ وہ خدا سے ڈرنے والے ہوں گے۔ صبر کرنے والے ہوں گے۔ وہ لوگ ہوں گے جو نیکیوں میں بڑھنے والے ہیں۔ ان خصوصیات کی حامل آپ تبھی ہوں گی جب اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات جو میں نے ابھی بیان کئے ہیں ان پر پوری طرح عمل کرنے والی ہوں گی اور ان شرطوں کے ساتھ عمل کرنے والی ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ وہی لوگ ہیں جن کو میرا دیدار بھی نصیب ہوگا۔ پس کیا ہی خوش قسمت ہیں آپ جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے رستے پر چل کر نہ صرف اپنے لئے جنت کے راستے بنا رہی ہیں بلکہ اس نیک تربیت کی وجہ سے جو آپ اپنی اولادوں کی کر رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کا رسول فرماتا ہے کہ تم اپنی اولاد کو بھی جنت میں بھیج سکتی ہو۔ پھر ایسی نیک تربیت کرنے والیوں اور نیک اعمال بجا لانے والیوں کیلئے اس جہان میں بھی جنت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادات بجا لا کر اپنی نسلوں میں عبادات کا شوق پیدا کر کے وہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے سے بھی حصہ لے رہی ہوں گی کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: 29) یعنی ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں اس ذکر کی وجہ سے ان کے دل اطمینان پاتے ہیں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ جیسا کہ میں نے کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے لوگ، اسکی عبادت کرنے والے لوگ۔

اور پھر یہ بھی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تمہاری فلاح تمہاری کامیابی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہے، جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعۃ: 11) اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ تو کسی کی بھی کامیابی اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی، جب وہ اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والا اور نیکیوں میں ترقی کرتا ہوا دیکھے گی، جب وہ اس دنیا میں بھی اپنے پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے دیکھ لیں گی۔

تو یہ عبادات اور نیک اعمال آپ کو بھی اور آپ کی نسلوں کو بھی اگر وہ نیکیوں پر قائم ہیں، اِس دنیا میں بھی جنت دکھا دیں گے۔ اگلے جہان کی جو جنت ہے وہ تو ہے ہی مگر اس دنیا میں بھی آپ جنت دیکھیں گی۔ پس ہر احمدی عورت کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ ان جنتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ اس دنیا میں بھی امن اور چین اور سکون کی زندگی گزارے اور اگلے جہان میں بھی جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو تو حقیقی جنتوں کی وارث ہو۔ کبھی افسوس کرتی ہوئی اس دنیا سے نہ اٹھے کہ میرا فلاں بچہ یا بچی دین پر قائم نہیں تھے۔ میری نسل دنیا کے دھندوں میں پڑ گئی اور دین و دنیا کچھ بھی نہ حاصل ہو سکا، دنیا بھی خراب گئی۔ کیونکہ دنیا میں پڑنے والوں کا انجام بعض دفعہ بہت برا ہو جاتا ہے اور عاقبت بھی خراب ہوئی۔ یہ دنیا کی چکا چوند جو بظاہر دل کو بڑی بھلی لگ رہی ہوتی ہے مرتے وقت دل میں یہی خلش پیدا کر رہی ہوتی ہے، حسرت ہوتی ہے کہ کاش مَیں نے اللہ کے بھی کچھ حقوق ادا کئے ہوتے، کاش مَیں نے اپنی اولادوں کو بھی دین کی طرف رغبت دلائی ہوتی۔ اور یہ باتیں دنیا میں دیکھنے میں آتی ہیں۔ بہت سارے لوگوں کے واقعات سامنے گزر رہے ہیں جو حسرت سے اس دنیا سے اٹھ رہے ہوتے ہیں۔ مرتے وقت ان کے دلوں میں یہ خلش ہوتی ہے۔

پس احمدی عورت کو وہ مقام حاصل کرنا چاہئے جس کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے۔ وہ معیار حاصل کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (النساء: 35) پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔ اور اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ کی مدد سے پوشیدہ امور کی حفاظت کرتی ہیں۔ تو اللہ نے حکم دیا ہے کہ اللہ کی فرمانبردار تب کہلاؤ گی جب خاوندوں کی بھی فرمانبردار ہوگی۔ ایک تو یہ فرض ہے کہ اپنے گھر کے ماحول کو خاوندوں کی فرمانبرداری کر کے جنت نظیر بناؤ۔ دوسرے خاوندوں کی غیر حاضری میں ان کے گھر کی حفاظت کرو، ان کے مال کی حفاظت کرو، ان کی اولاد کی حفاظت کرو۔

ایک حدیث میں بھی آتا ہے کہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔ اب گھریلو اخراجات کو ہی لے لیں۔ گھر کے اخراجات کا عموماً ہر عورت کو پتا ہوتا ہے۔ اب اگر عورت گھر کا خرچ سگھڑاپے سے نہ چلا رہی ہو تو بلاوجہ کے زائد اخراجات ہو جاتے ہیں۔ بعض فضول خرچیاں ہو رہی ہوتی ہیں۔ یا بہانہ بنا کر خاوند سے زائد رقم وصول کر رہی ہوتی ہیں کہ اخراجات زیادہ ہو گئے ہیں تو یہ بھی حقیقی فرمانبرداری اور نیک نیتی نہیں ہے اور نہ ہی یہ گھر کی ذمہ داری مکمل طور پر ادا کرنے والی بات ہے۔

پھر اولاد کی تربیت ہے۔ اپنے خاوندوں کی نسلوں کی اپنی اولاد کی اگر صحیح تربیت نہیں کر رہیں، ان کو لاڈ پیار میں بگاڑ رہی ہیں یا ان کی تربیت کی طرف صحیح اور پوری توجہ نہیں دے رہیں، ان میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ کیونکہ بعض عورتیں لڑکوں کو زیادہ لاڈ پیار سے بگاڑ دیتی ہیں اور لڑکیوں بیچاریوں کو بالکل ہی پیچھے کر دیتی ہیں جس سے لڑکیاں بعض دفعہ بعض خاندانوں میں Complex کا شکار ہو جاتی ہیں تو یہ بھی صحیح رنگ میں خاوند کے گھر کی حفاظت نہیں ہے۔ جو خاوند اپنے رویے میں ٹھیک نہیں ہیں یا ان کا سلوک اپنے بیوی بچوں سے ٹھیک نہیں ہے، اُن کا گناہ اُن کے سر ہے وہ بھی یقیناً پوچھے جائیں گے۔ لیکن ضد میں آ کر اگر تم گھر کے ماحول کو گندہ کر رہی ہو تو گناہگار بن رہی ہو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے کہ تمہارا ایمان اس وقت تک سلامت ہے، تم اس وقت تک ایمان میں ترقی کرو گی جب تک ان خصوصیات کی حامل ہوگی۔

اور پھر فرمایا کہ ان خصوصیات کو حاصل کس طرح کرنا ہے۔ ان کو حاصل کرنے کیلئے توبہ کر کے عبادات کی طرف توجہ دے کر، روزے رکھ کر۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے دلوں کی تسکین کیلئے، اطمینان کیلئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی توبہ کرنے والی بھی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہوگا تو نیکیوں کے کرنے کی اس میں قوت پیدا ہوگی۔ فرمایا: ’’لیکن یاد رکھو کہ استغفار کو توبہ پر تقدم حاصل ہے‘‘۔ یعنی استغفار کرو تو پھر اس مقام پر بھی کھڑے ہو گے۔ استغفار سے طاقت ملے گی۔ اس لئے چاہئے کہ استغفار کرتے رہیں۔ استغفار کریں گی تو خدا تعالیٰ طاقت دے گا۔ اس لئے استغفار کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ ہر ایک کو اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ اور جیسا کہ مَیں نے کہا استغفار سے اللہ تعالیٰ طاقت دے گا، توبہ قبول کرے گا اور پھر اس مقام پر کھڑی ہو جائیں گی جس سے آپ کا جو مقام ہے اور جو ایک مومن کا مقام ہونا چاہئے اس کو حاصل کرنے والی ہوں گی اور اپنی نسلوں کی تربیت کی طرف بھی صحیح توجہ کرنے کی کوشش کرنے والی ہوں گی، عبادت کرنے والی ہوں گی۔ اور عبادت کرنا بھی اصل میں اللہ تعالیٰ کا قرب پانے اور اپنے دل کی تسلی کیلئے ضروری ہے۔ اور بہترین عبادت نماز ہے، نوافل ہیں۔ جب آپ اس طرح عبادات کی طرف توجہ دیں گی کہ نمازیں بھی وقت پر ادا کر رہی ہوں گی اور پھر اس سے بڑھ کر نوافل کی طرف بھی توجہ دے رہی ہوں گی تو اللہ تعالیٰ ان نمازوں اور ان نوافل کی وجہ سے آپ کے گھروں کو برکتوں سے بھر دے گا۔ آپ ان گھروں کی حفاظت کیلئے جو بھی اقدام کریں گی اللہ تعالیٰ ان میں آپ کی مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کی بھی حفاظت کرے گا۔ ہر شیطانی حملہ اور ہر شیطانی نظر سے آپ محفوظ رہیں گی۔ اور عبادت کرنے کی وجہ سے، آپ کے نمونے سے، آپ کی اولادیں بھی نمازوں کی طرف توجہ پیدا کرنے والی ہوں گی اور پھر جب آپ خود بھی اس طرح ان کی تربیت کر رہی ہوں گی، ان کو نمازوں کی طرف توجہ دلا رہی ہوں گی تو اولادوں میں بھی نمازی پیدا ہو رہے ہوں گے، عبادت گزار پیدا ہو رہے ہوں گے۔ تو اپنے خاوندوں کے گھروں کی حفاظت کا آپ اس طرح حق ادا کر سکتی ہیں اور اس طرح ہی حق ادا کرنے والی سمجھی جائیں گی جب ان احکامات پر عمل کریں گی جو اللہ تعالیٰ نے

بتائے ہیں۔ پھر روزہ بھی عبادت کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کیلئے ہے۔ تو جب یہ معیار حاصل ہوں گے تو پھر کوئی انگلی یہ کہہ کر آپ کی طرف نہیں اٹھ سکتی کہ آپ مسلمان نہیں۔ کوئی انگلی یہ کہہ کر آپ کی طرف نہیں اٹھ سکتی کہ آپ مومن نہیں۔ اور کوئی انگلی یہ کہہ کر آپ کی طرف نہیں اٹھ سکتی کہ آپ فرمانبردار نہیں۔

پس احمدی عورت کا یہ مقام ہے کہ کیونکہ اس پر اگلی نسل کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس لئے وہ خاوند کی فرمانبرداری کرے اور وہ بھی اس لئے کرے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے تمام احکام کی فرمانبرداری کرنے والی بھی ہو۔ تمام قسم کی نیکیاں بھی بجالانے والی ہو۔ وہ توبہ واستغفار کرنے والی بھی ہو۔ اپنی گزشتہ غلطیوں سے اللہ تعالیٰ کی بخشش طلب کرنے والی بھی ہو اور آئندہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے وہ مضبوط مقام حاصل کرنے والی ہو جہاں کھڑی ہو کر وہ ہر قسم کی لغزش اور غلطی سے محفوظ رہے۔ وہ عبادت گزار بھی ہو تا کہ اپنے آپ کو بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے والی بنا سکے اور اپنی اولاد کو بھی اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے بنا سکے۔ پس ایک احمدی عورت کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ ان تمام خصوصیات کی حامل ہو جو ایک مومن بننے کیلئے ضروری ہیں۔

مَیں اب کچھ حدیثیں لیتا ہوں۔ گھروں کی حفاظت کے سلسلے میں مَیں بتا آیا ہوں کہ بچوں کی تربیت ہی انتہائی ضروری چیز ہے۔ آج کل کے آزاد ماحول میں تربیت بھی بڑے طریقے سے کرنے کی ضرورت ہے جہاں ہر ایک آزادی کے نعرے لگا رہا ہے۔ اس لئے بچوں کی تربیت کیلئے ضروری ہے کہ ان کو دوست بنائیں اور مائیں اس میں باپوں سے زیادہ اہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔ ایک عمر کے بعد بچوں میں خاص طور پر لڑکوں میں اپنی عزت کا بہت خیال پیدا ہونے لگ جاتا ہے۔ یہ لڑکے کی فطرت ہے۔ اس کو ٹین ایج (Teenage) کہتے ہیں۔ لیکن آج سے 14 سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ایک حدیث فرمادی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ’’اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور اُن کی اچھی تربیت کرو۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الادب باب برّالوالدین) تو جب عزت سے پیش آئیں گی بلکہ دونوں ماں باپ جب بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آئیں گے تو بچوں کا آپ سے اور زیادہ قریبی تعلق پیدا ہوگا۔

بہت سے والدین کہتے ہیں کہ ہمارے بچے ایک عمر تک تو ٹھیک رہتے ہیں اس کے بعد پھر کھنچنے لگ جاتے ہیں، پرے ہٹ جاتے ہیں، بات نہیں سنتے، نمازیں نہیں پڑھتے۔ تو اس کیلئے ضرورت ہے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ دوست بنائیں اور پھر دوستانہ رنگ میں تربیت کی طرف توجہ دیں۔ اگر طریقے سے لغو فلمیں ڈرامے وغیرہ دیکھنے سے روکیں گی تو رک بھی جائیں گے۔ اگر سختی کریں گے تو بگڑ جائیں گے۔ یہاں اس ماحول میں تو ٹی وی کے پروگرام اکثر ایسے ہوتے ہیں کوئی نہ کوئی بیچ میں ایسے پروگرام چلتے رہتے ہیں، دیکھنے والے یہی بتاتے ہیں کہ جو بچوں کو نہیں دیکھنے چاہئیں بلکہ کسی احمدی کو بھی نہیں دیکھنے چاہئیں نہ بڑے کو نہ بچے کو۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’ابرار کو اللہ تعالیٰ نے ابرار اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ جس طرح تم پر تمہارے والد کا حق ہے اسی طرح تم پر تمہارے بچے کا حق ہے۔‘‘ (الادب المفرد للبخاری، باب برالاب لوالدہ)

ایک احمدی ماں باپ کو ابرار ہی بننا چاہئے۔ اس میں یہ بھی سبق ہے کہ عورت خاوند کے والدین سے اور خاوند عورت کے والدین سے حسن سلوک کرے۔ دونوں کے حقوق ادا کریں۔ پھر بچوں کے حقوق ادا کریں۔ اور یاد رکھیں کہ بچے بھی آپ کے حقوق اس وقت ادا کریں گے جب آپ والدین کے حقوق ادا کرنے والی ہوں گی۔ مرد بھی، عورت بھی، اپنے والدین کے بھی اور ایک دوسرے کے والدین کے بھی حقوق ادا کرنے والے ہوں گے۔ یہ بھی ایک طرح کی خاموش تربیت ہوگی جو ماں باپ اپنے بچوں کی کرتے ہیں۔ نہیں تو بچے جو بعض دفعہ بہت حساس ہوتے ہیں، کہ نہ صرف آپ سے دور ہٹ جائیں بلکہ بعض اتنے بدل ہو جاتے ہیں کہ گھروں سے نکل جاتے ہیں۔ اور یہاں چونکہ ماحول آزاد ہے اس لئے ایک عمر کے بعد گھروں سے نکلنے میں بھی کوئی روک نہیں۔ اور پھر آہستہ آہستہ ان کا جماعت سے بھی رابطہ کٹ جاتا ہے پھر بری صحبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ تو ذرا سی بات سے اتنا اثر پڑ رہا ہوتا ہے کہ تربیت بگڑنی شروع ہو جاتی ہے اور بچہ بالکل ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’آدمی اپنے دوست کے زیر اثر ہوتا ہے۔ پس تم میں سے ہر ایک خیال رکھے کہ کسے دوست بنا رہا ہے۔‘‘ (سنن ترمذی ابواب الزھد، باب ماجاء فی اخذ المال بحقہ)

ایک تو یہ ہے کہ آپ کو ایسی سہیلیاں اور مردوں کو بھی ایسے دوست بنانے چاہئیں جن کے اپنے کردار بھی اچھے ہوں۔ جن کے گھروں میں لڑائیاں نہ ہوتی ہوں۔ کیونکہ کوئی بھی ایسی عورت جو دوسری عورت کی سہیلی بنتی ہے جس کے گھر میں لڑائی ہو رہی ہے تو وہی اثر غیر محسوس طور پر اس عورت پر بھی پڑنا شروع ہو جاتا ہے یا اس مرد پہ بھی پڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ عورتیں شکائتیں کرتی ہیں کہ مرد گھروں کو توجہ نہیں دیتے جبکہ ایک وقت تک توجہ دے رہے ہوتے تھے۔ اس میں بھی جائزہ لے لیں تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ انہوں نے ایسے لوگوں کو دوست بنا لیا، ایسے لوگوں کی مجلسوں میں اٹھنے بیٹھنے لگ گئے، باوجود عقل ہونے کے، باوجود سمجھ ہونے کے غیر محسوس طور پر ان کے زیر اثر آ گئے اور گھر اجڑنے شروع ہو گئے۔ تو اسی طرح عورتوں کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ دوست بناتے ہوئے سوچ سمجھ کر دوست بناؤ۔ اور پھر یہ نصیحت صرف بڑوں کیلئے نہیں ہے بلکہ بچوں کیلئے بھی ہے اور ماں باپ کو بھی یہ نصیحت ہے کہ اپنے بچوں کی بھی نگرانی کریں کہ ان کے دوست کیسے ہیں۔ اس ماحول میں مغرب کے ماحول میں، آزاد ماحول میں خاص طور پر اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اگر توجہ نہ دی تو بہت ساری اس کی مثالیں ہیں کہ لڑکی یا لڑکا گھر سے چلے گئے اور پھر جماعت سے بھی کٹ گئے اپنی مرضی کی شادیاں کرلیں، پھر رونے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

پس اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ اور مَیں کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ اس طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے جیسا کہ پہلے بھی میں مختصر ذکر کر آیا ہوں کہ ٹی وی پر کیسی فلمیں دیکھی جاتی ہیں، انٹرنیٹ پر کیسی فلمیں دیکھی جاتی ہیں۔ اس طرف بھی توجہ کریں۔ اور جو بچیاں اور بچے عقل کی عمر کو پہنچ گئے ہیں یا شعور کی عمر کو پہنچ گئے ہیں ان کو بھی سوچ سمجھ کر دوست بنانے چاہئیں۔ کیونکہ اس کا بھی بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک سکھ نے آ کر کہا تھا کہ کچھ نہ کچھ میرا مذہب سے تعلق تھا۔ دہریت کی طرف لامذہب کی طرف خدا کو نہ ماننے کی طرف میرا رجحان بڑھ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا (وہ کالج کا سٹوڈنٹ تھا) کہ تم جہاں بیٹھتے ہو، وہاں جو تمہارا ساتھی ہے، دوست ہے، اس کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دو، اپنی جگہ بدل لو۔ اور جب اس نے اپنی جگہ بدل لی تو کچھ عرصے کے بعد اس کے خیالات پاک ہونا شروع ہو گئے۔ ہماری بچیاں بھی شعور کی عمر کو پہنچ کے باقی لوگوں کی نسبت زیادہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے عقل رکھنے والی ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہمارے بچے بھی وہ خود اس طرف توجہ دیں اور ماں باپ بھی اس طرف توجہ دیں کہ دوست بنائیں، سوچ سمجھ کے بنائیں، اللہ کے رسول کا یہی حکم ہے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ایوب اپنے والد اور پھر اپنے دادا کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔‘‘ (سنن ترمذی ابواب البر والصلۃ، باب فی ادب الولد)

جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے کہ یہاں باپ کا ذکر ہے لیکن ماں کا بھی اتنا ہی فرض ہے، اس کا بھی اس میں بہت بڑا رول ہوتا ہے جیسا کہ آپ سن چکے ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ عورت اپنے گھر کی نگران ہوتی ہے۔ مرد نگران کا فرض ہے کہ تربیت کی طرف بھی توجہ دے۔ ہر بات کا خیال رکھے۔ نگران کو تو ہر بات کا علم ہونا چاہئے اور بڑی باریکی میں جا کر علم ہونا چاہئے۔ لیکن یہاں بھی میں کہوں گا کہ تربیت کرتے وقت سختی نہیں کرنی، پیار سے سمجھائیں۔ بچپن سے اگر تربیت کررہی ہوں گی اور نمازوں کی عادت ڈال رہی ہوں گی، جماعت سے منسلک رکھ رہی ہوں گی، جماعت سے ایک تعلق ہوگا، مشن ہاؤس میں مسجد میں آنا جانا ہوگا تو بچوں کو بچپن سے ہی عادت پڑ جائے گی اور آپ کو زیادہ تردد نہیں کرنا پڑے گا۔ اور پھر جب دعائیں بھی کر رہی ہوں گی تو اللہ تعالیٰ پھر اس میں برکت بھی ڈال دیتا ہے۔

پھر ایک روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو، پھر دس سال کی عمر تک انہیں اس پر سختی سے کاربند کرو نیز ان کے بستر الگ الگ بچھاؤ۔‘‘

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوٰۃ)

تو سختی یہ نہیں کہ نماز کی وجہ سے مارنا ہی شروع کردو۔ اس سے بچے تنفر ہو جائے گا۔ ایک دفعہ کہا ہے، دو دفعہ کہا ہے، تین دفعہ کہا ہے۔ جب تک مستقل نماز نہیں پڑھتا مسلسل اسے کہتے چلے جانا ہے۔ جس طرح کہ مَیں نے پہلے کہا کہ ماں باپ دوستانہ ماحول میں بچے کے ساتھ رہ رہے ہوں گے تو آپ کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر بھی بچہ سمجھے گا کہ اب ماں باپ میرے سے ناراض ہیں۔ وہی اس کی تربیت کیلئے ضروری ہوگا۔ پھر مستقل مزاجی سے جب وہ کہتے چلے جائیں گے کہ نمازیں پڑھنی ہیں۔ نمازوں کی طرف توجہ کرو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچے توجہ دیتے ہیں۔ اسی طرح پیار سے، محبت سے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت بچوں کے دلوں میں پیدا کریں تو بچوں کے

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری کامیابی
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جڑے رہنے سے ہی مقدر ہے
تمام عزتیں اب اِس زمانے کے امام کے ساتھ رہنے سے ہی ملنی ہیں
(مشعل راہ، جلد پنجم، حصہ پنجم، صفحہ 78)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

جہاد کا مطلب صرف تلوار چلانا نہیں ہے
نہ ہی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے صرف یہی مطلب سمجھا ہے
بلکہ جہاد اکبر قرآنی تعلیم پر عمل کرنا اور اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالنا ہے
(مشعل راہ، جلد پنجم، حصہ پنجم، صفحہ 96)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

دلوں میں ایک دفعہ دین کیلئے جو محبت پیدا ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو اس محبت سے کوئی نکال نہیں سکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ زیادہ سختی کرنا اور بچوں کو مارنا یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے۔ اس لئے پیار سے سمجھائیں، محبت سے سمجھائیں اور مستقل مزاجی سے سمجھاتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ آپ سب خود بھی عبادت گزار ہوں، اپنے خاوندوں کی فرمانبردار ہوں، ان کے گھروں کی حفاظت کرنے والی ہوں، اپنی اولادوں کو دین پر قائم کرنے والی ہوں، اپنے مقام کو سمجھنے والی ہوں اور حقیقی مومن ہوں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مَیں چند اقتباسات پیش کرتا ہوں: ’’تقویٰ اختیار کرو۔ دنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔‘‘ کسی عورت کو یہ فخر نہیں ہونا چاہئے کہ مَیں فلاں قوم سے ہوں یا فلاں سے ہوں۔ بعض لوگوں کو ذات کا فخر ہوتا ہے کہ سید ہوں، مغل ہوں، فلاں ہوں۔ ’’کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو ان کی حیثیت سے باہر ہیں‘‘۔ یعنی خاوندوں سے اگر مانگنا ہے کوئی ڈیمانڈ پیش کرنی ہے تو اتنی کریں جتنی کہ ان کی حیثیت ہو۔ یہ نہ ہو کہ ان بیچاروں کو مقروض کر دیں۔ بعض خاوند بھی کنجوس ہوتے ہیں۔ یہ بھی مجھے پتہ ہے۔ ’’کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض نماز، زکوٰۃ وغیرہ میں سستی مت کرو۔‘‘ اب زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ اکثر عورتوں پر فرض ہے۔ یہاں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ساروں کے حالات ٹھیک ہوتے ہیں، پہلے بھی کہہ چکا ہوں اکثر کے پاس زیور ہیں۔ ملاقات میں بھی ملنے آتی ہیں تو مَیں نے دیکھا ہے کہ کافی موٹے موٹے کڑے سونے کے پہنے ہوتے ہیں۔ ان پر بہرحال زکوٰۃ فرض ہے۔ سال کے بعد زکوٰۃ دینی چاہئے۔ کنجوسی نہ کریں۔

فرمایا کہ: ’’اپنے خاوندوں کی دل و جان سے مطیع رہو۔ بہت سا حصہ ان کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سو تم اپنی اس ذمہ داری کو ایسی ہی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالِحَات قَانِتَات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو‘‘۔ یعنی فضول خرچی نہ کرو۔ ’’اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے۔‘‘ الزام تراشیاں نہ کرو۔

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 80-81)

پھر آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ’’اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے بڑھ کر کوئی نہیں ہو سکتا مگر تاہم آپ کی بیویاں سب کام کر لیا کرتی تھیں۔‘‘ ہمارے یہاں تو خیر مجبوری ہے۔ سارے کام کرنے پڑتے ہیں۔ بعض دفعہ جب آپ یہیں سے پاکستان جاتی ہیں تو وہاں جا کر اپنے ہاتھ سے کام والی نوکر رکھ کر کام کروانے کی کوشش کرتی ہیں۔ ’’جھاڑو بھی دے لیا کرتی تھیں اور ساتھ اس کے عبادت بھی کرتی تھیں۔ چنانچہ ایک بیوی نے اپنی عبادت کے واسطے ایک رسہ لٹکا رکھا تھا کہ عبادت میں اونگھ نہ آئے۔‘‘ یعنی اتنی عبادت کیا کرتی تھیں کہ رسہ لٹکایا ہوا تھا چھت کے ساتھ کہ اگر نماز پڑھتے ہوئے نیند آنے لگے تو فوراً اس کو پکڑ لیا جائے۔ عورتوں کیلئے فرمایا کہ ’’عورتوں کیلئے ایک ٹکڑا عبادت کا خاوند کا حق ادا کرنا ہے اور ایک ٹکڑا عبادت کا خدا کا شکر بجالانا ہے۔ خدا کا شکر کرنا اور خدا کی تعریف کرنی یہ بھی عبادت ہے۔ دوسرا ٹکڑا عبادت کا نماز کو ادا کرنا ہے۔‘‘

پھر آپ نے فرمایا: ’’امراء میں بہت سا حصہ تکبر کا ہوتا ہے جس کی وجہ سے عبادت نہیں کر سکتے۔‘‘ یہ مرد بھی سن رہے ہیں ان کیلئے بھی اسی طرح ہے۔ ’’امراء میں بہت سا حصہ تکبر کا ہوتا ہے جس کی وجہ سے عبادت نہیں کر سکتے اور نہ دوسرا حصہ خلقت کی خدمت کا ان سے ادا ہوتا ہے۔ خلقت کی خدمت کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی غریب آدمی سلام کرتا ہے تو بھی برا مناتے ہیں۔‘‘ فرمایا: ’’ایسا ہی عورتوں کا حال ہے۔ کوئی چھوٹی عورت آوے تو چاہئے کہ بڑی کو سلام کرے۔ یہ دو ٹکڑے شریعت کے ہیں۔ حق اللہ اور حق العباد۔‘‘ یعنی نمازیں ادا کرنا اللہ کا حق ہے اور عزت سے ہر ایک کو پیش آنا بندوں کا حق ہے۔ فرمایا کہ ’’اگر کسی کو کسی سے کراہت ہووے۔ اگرچہ کپڑے سے ہو یا کسی اور چیز سے ہو۔‘‘ بعضوں کے میلے کپڑے ہوتے ہیں، بعضوں کے پسینے میں اتنی بو آ رہی ہوتی ہے کہ قریب نہیں کھڑا ہو سکتے۔ بعض دفعہ کپڑوں سے کراہت آتی ہے یا کسی اور چیز سے ہو تو چاہئے کہ وہ اس سے الگ ہو جاوے مگر روبرو ذکر نہ کرے۔‘‘ یعنی کسی کے بارہ میں سامنے اظہار نہیں ہونا چاہئے کہ اس میں سے بو آ رہی ہے یا کراہت آ رہی ہے ’’کہ یہ دل شکنی ہے۔ اور دل کا شکستہ کرنا گناہ ہے۔ اگر کھانا کھانے کو کسی کے ساتھ جی نہیں کرتا۔‘‘ بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ ایسے طریقے سے کھانا کھاتے ہیں کہ بعض دفعہ نفیس طبع لوگ جو ہوتے ہیں زیادہ سینسیٹو (Sencitive) طبیعت کے مالک جو لوگ ہوتے ہیں وہ انہیں دیکھتے ہوئے وہاں کھانا نہیں کھا سکتے۔ بعض ایسے طریقے سے کھاتے ہیں بلکہ بڑے پڑھے لکھے بھی بعض دفعہ بڑے گندے طریقے سے کھا رہے ہوتے ہیں کہ کسی کے ساتھ کھانے کو جی نہیں کرتا تو کسی اور بہانے سے الگ ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡكُلُوۡا جَمِيۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا (النور:62)‘‘ یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر بھی کھا لو یا الگ الگ ہو کر کھا لو‘‘ مگر اظہار نہ کرے یہ اچھا نہیں۔ فرمایا: ’’یہ اچھا نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو۔ اسی لئے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ ہی پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جو میرے پاس آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے۔ بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہ خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا۔ اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔ پس چاہئے کہ تم ہر وقت اپنا کام دیکھ کر کیا کرو۔ اگر کوئی چوڑھا اچھا کام کرے گا تو وہ بخشا جاوے گا۔ اور اگر سیّد ہو کر کوئی برا کام کرے گا تو وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔‘‘

پھر فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جو عورتیں کسی اور قسم کی ہوں ان کو دوسری عورتیں حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور نہ مرد ایسا کریں کیونکہ یہ دل دکھانے والی بات ہے۔‘‘ یعنی بری عورتیں جو ہیں ان کو بھی اس طرح نہ دیکھو ورنہ اللہ تعالیٰ اس سے مؤاخذہ کرے گا۔ ’’یہ بہت بری خصلت ہے۔ یہ ٹھٹھا کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت برا معلوم ہوتا ہے۔‘‘ ٹھٹھا کرنا اس طرح مذاق اڑانا کسی کو شرمندہ کرنے والا ہو پبلک میں۔ ’’لیکن اگر کوئی ایسی بات ہو جس سے دل نہ دکھے وہ بات جائز رکھی ہے۔ جہاں تک ہو سکے ان باتوں سے پرہیز کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عمل والے کو میں کس طرح جزا دوں گا وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى ۔ فَاِنَّ الۡجَـنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى (اَلنّٰزِعٰت:41-42) اور جو شخص میری عدالت کے تحت کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے گا اور خیال رکھے گا تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کا ٹھکانہ جنت میں کروں گا۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 369-371 جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ ہر احمدی عورت کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والی اور اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرنے والی بنائے اور ہم اللہ اور اس کے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو ارشادات ہیں ان پر عمل کرنے والے ہوں۔ اور حقیقی نیکی اور تقویٰ ہم سب میں قائم ہو جائے اور نہ صرف ہم میں قائم ہو بلکہ اپنی نسلوں میں بھی قائم کرنے والے ہوں۔ اب دعا کر لیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 1/جولائی 2005)

شادی بیاہ پر فضول خرچی جائز نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’ہماری قوم میں ایک یہ بھی بد رسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے سو یاد رکھنا چاہئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں...... ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے اور گناہ سر پر چڑھتا ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 5، صفحہ 49)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:

’’شادیوں میں جو بھاجی دی جاتی ہے اگر اس کی غرض صرف یہی ہے کہ تا دوسروں پر اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا جاوے تو یہ ریاکاری اور تکبر کیلئے ہوگی اس لئے حرام ہے...... دوسرے لوگوں سے سلوک کرنے کیلئے دے تو یہ حرام نہیں...... اصل مدعا نیت پر ہے نیت اگر خراب اور فاسد ہو تو ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے...... اگر کوئی شخص...... شکر وغیرہ اس لئے تقسیم کرتا ہے کہ وہ ناطہ پکا ہو جائے تو گناہ نہیں لیکن اگر یہ خیال نہ ہو بلکہ اس سے مقصد صرف اپنی شہرت اور شیخی ہو تو پھر یہ جائز نہیں ہوتے۔

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 389 تا 394)

(انچارج شعبہ رشتہ ناطہ، نظارت اصلاح ارشاد مرکزیہ قادیان)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

شہید کے معنی یہ ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ ایک خاص قسم کی استقامت مومن کو عطا کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر مصیبت اور تکلیف کو ایک لذت کے ساتھ برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 519)

طالبِ دُعا: سید ادریس احمد (جماعت احمدیہ ترپورہ، صوبہ تامل ناڈو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم   وعلی عبدہ المسیح الموعود

چل رہی ہے نسیم رحمت کی - جو دُعا کیجئے قبول ہے آج

(تذکرہ، صفحہ 161)

(الہام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی

اسلام نے عورت کو بلند مقام دیا ہے اور اس سے عظیم توقعات وابستہ کی ہیں

اسلام عورتوں کو جو بعض احکامات کا پابند کرتا ہے تو اس سے وہ ان کی عزت، احترام اور تکریم پیدا کرنا چاہتا ہے اور معاشرہ کو پاک اور جنت نظیر بنانا چاہتا ہے

(قرآن مجید، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے اسلام میں عورتوں کے مقام اور ان سے وابستہ عظیم توقعات کا ذکر کرتے ہوئے احمدی مسلم خواتین کو زرّیں نصائح)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا 23/اگست 2003ء کو جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر لجنہ اماء اللہ سے خطاب

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے درج ذیل آیت تلاوت فرمائی:

يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوااللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا

(النساء:2) یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے: اے لوگو اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تمہیں اللہ نے نفس واحدہ سے پیدا فرمایا ہے۔ اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ اور رحموں کے تقاضوں کا بھی خیال رکھا کرو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مختصر تفسیر یہ فرمائی ہے کہ ”نفس واحدہ کے بہت سے مفاہیم ہیں۔ ایک ان میں سے یہ ہے کہ ہم نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا یعنی تمہاری عزت مرد اور عورت کے لحاظ سے برابر ہے۔ تمہارے حقوق مرد اور عورت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ تم نفس واحدہ کی پیداوار ہو اور تمہیں ایک دوسرے پر برتری حاصل نہیں۔

نفس واحدہ سے پیدا ہونے کا ایک دوسرا مطلب یہ ہے کہ انسانی زندگی کا آغاز ایک ایسے جاندار سے ہوا ہے جو اپنی ذات میں نہ نر تھا نہ مادہ۔ افزائشِ نسل کیلئے زندگی کی ایک ہی ابتدائی قسم استعمال ہوتی تھی جسے نفس واحدہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی وہ قسم نہ نر تھی نہ مادہ۔ پس اس پہلو سے نہ نر کو مادہ پر کوئی فوقیت حاصل ہے اور نہ مادہ کو نر پر۔“

(خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بر موقع جلسہ سالانہ انگلستان 26/جولائی 1986ء)

اسلام کی خوب صورت تعلیم پر مغرب میں جہاں اور بہت سے اعتراض کئے جاتے ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ عورت کو اس کا صحیح مقام نہیں دیا جاتا۔ یہ ایک انتہائی جھوٹا اور گھناؤنا الزام ہے جو عورت کے دل سے اسلام کی حسین تعلیم کو نکالنے کیلئے دجالی قوتوں نے لگایا ہے حالانکہ مغرب جو آج عورت کی آزادی کا دعویدار ہے خود یہاں بھی ماضی میں چند دہائیاں پہلے تک عورت کو بہت سے حقوق سے محروم کیا جاتا تھا۔ تفصیلات میں اگر جاؤں تو سارا وقت انہی تفصیلات پر ختم ہوسکتا ہے کہ عورت پر یورپ میں، مغرب میں کیا کیا پابندیاں لگائی جاتی تھیں۔ مختصراً مثال دیتا ہوں کہ عورتوں سے مردوں کی نسبت زیادہ کام لیا جاتا تھا۔ عورتوں کو مرد کی جائداد سمجھا جاتا تھا۔ عورت کو گواہی کا حق حاصل نہیں تھا۔ اور 1891ء تک، تقریباً سو سال پہلے تک، بہت سے مغربی ممالک میں عورت کو مرد کی طرف سے وراثت میں جائداد ملنے کا جو حق ہے اس سے محروم رکھا گیا تھا۔ ووٹ کا بھی حق نہیں تھا۔ بعض ملکوں میں طلاق کی صورت میں عورت بچوں کے حق سے بھی محروم کر دی جاتی تھی۔ بیسویں صدی میں بھی بہت سے ایسے حقوق تھے جن سے عورتیں صرف اس لئے محروم تھیں کہ وہ عورت ہے۔ تو اِن لوگوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اسلام پر اعتراض کریں کہ اسلام میں عورت کے حقوق نہیں ہیں۔ پس کوئی عورت، کوئی بچی مغرب کے اس دجل سے متاثر نہ ہو۔

اب یہ لوگ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے اگر پہلے مغرب میں عورت کے حقوق نہیں تھے تو اب تو ہم نے قائم کر دئے ہیں۔ تو یہ غلط کہتے ہیں۔ یہ اب انہوں نے قائم نہیں کئے بلکہ یہ عورت نے خود لڑ بھڑ کر شور مچا کر ایک ردِعمل کے طور پر لئے ہیں۔ اگر آپ ان لوگوں کے گھروں میں جھانک کر دیکھیں تو ان حقوق کے حصول کے بعد مرد جو ظاہراً یہی کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے آزادی ہونی چاہئے، عورت کو بھی آزادی ملنی چاہئے، حقوق ٹھیک ہیں، لیکن اس پر عموماً مرد خوش نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ تمام ایک ردِعمل کے طور پر ہے اور اس طرح جو حقوق لئے جاتے ہیں وہ یقیناً غیر فطری ہوں گے اور جو چیز فطرت سے ٹکراؤ کے بعد ملے وہ کبھی سکون کا باعث نہیں بنتی۔ آپ مشاہدہ کر لیں مغرب کی زندگی اس نام نہاد آزادی اور غیر فطری حقوق کے بعد بے سکونی اور بے چینی کی زندگی ہے اور جو کوئی بھی اس غیر فطری طرزِ عمل کو اختیار کرے گا وہ بے سکون ہی ہوگا۔ اس لئے انکی اس چکا چوند سے اتنی متاثر نہ ہوں کہ یہ بہت آزادی کے علمبردار ہیں اور پتہ نہیں ان کی کتنی خوبیاں ہیں۔

اب اس کے مقابل پر دیکھیں کہ فطرت کے عین مطابق چودہ سو سال پہلے اسلام عورت کو کس طرح حقوق دے رہا ہے۔ اس کے مقام کا کس طرح تعین کر رہا ہے اور پھر کس طرح نشاندہی کر رہا ہے۔ یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے یہ نکاح کے وقت تلاوت کی جاتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! مردو اور عورتو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اس سے ڈرو اور اس کے احکامات کی تعمیل کرو۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرو اور بندوں کے حقوق بھی ادا کرو۔ حقوق اللہ ادا کرنے سے تمہارے دل میں اُس کی خشیت قائم رہے گی، تمہارا ذہن اِدھر اُدھر نہیں بھٹکے گا، تم دین پر قائم رہو گی، شیطان تم پر غالب نہیں آسکے گا، حقوق العباد ادا کرو گے۔ تم دونوں مردوں اور عورتوں کیلئے یہ حکم ہے۔ سب سے پہلے تو یہی ہے کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کی ذمہ داریاں ادا کریں۔ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں۔ ایک دوسرے کے حقوق کا پاس رکھیں۔ اپنے گھروں کو محبت اور پیار کا گہوارہ بنائیں اور اولاد کے حق ادا کریں۔ ان کو وقت دیں ان کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ کریں۔ بہت ساری چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جو ماں باپ دونوں کو بچوں کو سکھانی پڑتی ہیں، بجائے اسکے کہ بچہ باہر سے سیکھ کر آئے۔ ایک دوسرے کے ماں باپ بہن بھائی سے پیار و محبت کا تعلق رکھیں۔ ان کے حقوق ادا کریں اور یہ صرف عورتوں ہی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ مردوں کی بھی ذمہ داری ہے اور اس طرح جو معاشرہ قائم ہوگا وہ پیار و محبت اور رواداری کا معاشرہ قائم ہوگا۔ اس میں لڑ بھڑ کر حقوق لینے کا سوال ہی نہیں ہے۔ تو اس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ ہوگی۔ ہر عورت ہر مرد ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کیلئے قربانی کی کوشش کر رہا ہوگا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میری تعلیم ہے۔ یہ ایک دوسرے کے حقوق ہیں۔ یہ عورت اور مرد کی ذمہ داریاں ہیں۔ یہی ہیں جو فطرت کے عین مطابق ہیں۔ مَیں نے تمہیں چھوڑا نہیں بلکہ مَیں تم پر نگران بھی ہوں۔ مَیں دیکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ کس حد تک تم اس پر عمل کرتے ہو۔ اگر صحیح رنگ میں عمل کرو گے تو میرے فضلوں کے وارث بنو گے۔ تمہیں قطعاً مغربی معاشرے سے متاثر ہونے کی، ان کی نقل کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ بلکہ وہ تمہارے سے متاثر ہوں گے اور کچھ سیکھیں گے، اسلام کی خوبیاں اپنائیں گے۔

اور پھر یہ ہے کہ یہ حقوق ادا کرنے کے طریق کیا ہوں گے، کس طرح اپنی ذمہ واریاں ادا کرنی ہوں گی؟ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتا ہے کہ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَمُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (النحل:98) جو کوئی مومن ہونے کی حالت میں مناسبِ حال عمل کرے، مرد ہو یا عورت، ہم ان کو یقیناً ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم ان تمام لوگوں کو ان کے بہترین عمل کے مطابق ان کے تمام اعمالِ صالحہ کا بدلہ دیں گے۔

تو اس آیت سے مزید وضاحت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعلیم پر عمل کرنے والوں کو بلا تخصیص اس کے کہ وہ مرد ہیں یا عورت، یہ خوشخبری دی ہے کہ اگر تم نیک اعمال بجالا رہے ہو، میرے حکموں کے مطابق چل رہے ہو، تمہارے اعمال ایسے ہیں جو ایک مومن کے ہونے چاہئیں تو خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پاکیزہ زندگی عطا فرمائے گا، تمہاری زندگیاں خوشیوں سے بھر دے گا۔ ظاہر ہے جب تم نیک اور صالح اعمال بجالا رہے ہوگے تو تمہاری اولادیں بھی نیکی کی طرف قدم مارنے والی ہوں گی اور تمہارے لئے خوشی کا باعث بنیں گی، تمہارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں گی۔

پس ہمارا خدا ایسا خدا نہیں جو ہر وقت اپنی مُٹھی بند رکھے۔ دینے میں بخل سے کام نہیں لیتا، بڑا دیالو ہے۔ لیکن تمہارے بھی کوئی فرائض ہیں، کچھ ذمہ داریاں ہیں، ان کو ادا کرو تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بے انتہا بارش تم پر ہوگی۔

اسلام نے عورت کو کیا مقام دیا ہے؟ اُس سے کیا توقعات وابستہ رکھی ہیں؟ اس سلسلے میں ایک اقتباس حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا پیش کرتا ہوں۔ کہتے ہیں:

”اسلام نے عورت کو ایک عظیم معلمہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ صرف گھر کی معلمہ کے طور پر نہیں بلکہ باہر کی معلمہ کے طور پر بھی۔ ایک حدیث میں حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق یہ آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا

کہ آدھا دین عائشہ سے سیکھو۔ اور جہاں تک حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایات کا تعلق ہے وہ تقریباً آدھے دین کے علم پر حاوی ہیں۔ بعض اوقات آپؓ نے علوم دین کے تعلق میں اجتماعات کو خطاب فرمایا اور صحابہؓ بکثرت آپؓ کے پاس دین سیکھنے کیلئے آپؓ کے دروازے پر حاضری دیا کرتے تھے۔ پردہ کی پابندی کے ساتھ آپؓ تمام سائلین کے تشفی بخش جواب دیا کرتی تھیں۔'' (خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بر موقع جلسہ سالانہ انگلستان 26/جولائی 1986)

تو یہ ہے عورت کے مقام کا وہ حسین تصور جو اسلام نے پیش کیا ہے جس سے ایک سلجھی ہوئی قابلِ احترام شخصیت کا تصور ابھرتا ہے۔ وہ جب بیوی ہے تو اپنے خاوند کے گھر کی حفاظت کرنے والی ہے، جہاں خاوند جب واپس گھر آئے تو دونوں اپنے بچوں کے ساتھ ایک چھوٹی سی جنت کا لُطف اُٹھا رہے ہوں۔ جب ماں ہے تو ایک ایسی ہستی ہے کہ جس کے آغوش میں بچہ اپنے آپ کو محفوظ ترین سمجھ رہا ہے۔ جب بچے کی تربیت کر رہی ہے تو بچے کے ذہن میں ایک ایسی فرشتہ صفت ہستی کا تصور اُبھر رہا ہے جو کبھی غلطی نہیں کر سکتی، جس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ اس لئے جو بات کہہ رہی ہے وہ یقیناً صحیح ہے، سچ ہے۔ اور پھر بچے کے ذہن میں یہی تصور اُبھرتا ہے کہ میں نے اس کی تعمیل کرنی ہے۔ اسی طرح جب وہ بہو ہے تو بیٹیوں سے زیادہ ساس سسر کی خدمت گزار اور جب ساس ہے تو بیٹیوں سے زیادہ بہوؤں سے محبت کرنے والی ہے۔ اس طرح مختلف رشتوں کو گنتے چلے جائیں اور ایک حسین تصور پیدا کرتے چلے جائیں جو اسلام کی تعلیم کے بعد عورت اختیار کرتی ہے۔ تو پھر ایسی عورتوں کی باتیں اثر بھی کرتی ہیں اور ماحول میں ان کی چمک بھی نظر آ رہی ہوتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک کی جواب دہی ہوگی۔ امام نگران ہے اس کی جواب دہی ہوگی۔ آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور اُس سے جواب طلبی ہوگی۔ اور عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور اُس سے اُس بارے میں بھی جواب طلبی ہوگی۔ اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اُس سے بھی جواب دہی ہوگی۔ سنو! تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اُسکی نگرانی کے متعلق جواب طلب کیا جانے والا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجمعۃ، صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

یہاں کیونکہ میں عورتوں کے متعلق باتیں کر رہا ہوں اس لیے اُن کے بارے میں عرض کرتا ہوں جیسا کہ اس حدیث میں آیا اور میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔ اُس کی دیکھ بھال، صفائی، سُتھرائی، ٹکاؤ، گھر کا حساب کتاب چلانا، خاوند جتنی رقم گھر کے خرچ کیلئے دیتا ہے اُسی میں گھر چلانے کی کوشش کرنا، پھر بعض سگھڑ خواتین ایسی ہوتی ہیں جو تھوڑی رقم میں بھی ایسی عمدگی سے گھر چلا رہی ہوتی ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح اتنی تھوڑی رقم میں اس عمدگی سے گھر چلا رہی ہیں۔ اور اگر معمول سے بڑھ کر رقم ملے تو پس انداز بھی کر لیتی ہیں، بچا بھی لیتی ہیں اور اس سے گھر کیلئے کوئی خوبصورت چیز بھی خرید لیتی ہیں یا پھر بچیوں کے جہیز کیلئے کوئی چیز بنالی۔ تو ایسی مائیں جب بچوں کی شادی کرتی ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ اتنی تھوڑی آمدنی والی نے ایسا اچھا جہیز کس طرح اپنی بچیوں کو دے دیا۔ اس کے مقابل پر بعض ایسی ہیں جن کے ہاتھوں میں لگتا ہے کہ سوراخ ہیں۔ جتنی مرضی رقم ان کے ہاتھوں میں رکھتے چلے جاؤ، پتہ ہی نہیں چلتا کہ پیسے کہاں گئے۔ اچھی بھلی آمدنی ہوتی ہے اور گھروں میں ویرانی کی حالت نظر آ رہی ہوتی ہے۔ بچوں کے حلیے، ان کی حالت ایسی ہوتی ہے لگتا ہے کہ جیسے کسی فقیر کے بچے ہیں۔ ایسی ماؤں کے بچے پھر احساسِ کمتری کا بھی شکار ہو جاتے ہیں اور پھر بڑھتے بڑھتے ایسی حالت کو پہنچ جاتے ہیں جب وہ بالکل ہی ہاتھوں سے نکل جائیں اور اس وقت پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

پس اللہ کے رسول نے آپ کو متنبہ کر دیا ہے، وارننگ دے دی ہے کہ اگر تم اپنے خاوندوں کے گھروں کی صحیح رنگ میں نگرانی نہیں کرو گی تو تمہیں پوچھا جائے گا، تمہاری جواب طلبی ہوگی۔ اور جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے اس کے نتائج پھر اس دنیا میں بھی ظاہر ہونے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے اب تمہارے لئے خوف کا مقام ہے۔ ہر عورت کو اپنے گھر کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ اور جب آپ اپنے خاوندوں کے گھروں کی نگرانی کے اعلیٰ معیار قائم کریں گی، بچوں کا خیال رکھیں گی، خاوند کی ضروریات کا خیال رکھیں گی اور ان کا کہنا ماننے والی ہوں گی تو ایسی عورتوں کو اللہ کا رسول اتنا ہی ثواب کا حق دار قرار دے رہا ہے جتنا کہ عبادت گزار مرد اور اس کی راہ میں قربانی کرنے والے مرد کو ثواب ملے گا اور پھر ساتھ ہی جنت کی بھی بشارت ہے جیسا کہ یہ حدیث ہے۔ مَیں بیان کرتا ہوں۔

''ایک دفعہ اسماء بنتِ یزید انصاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آئیں اور عرض کیا حضور! میرے ماں باپ آپ پر فِدا ہوں، میں عورتوں کی طرف سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں سب کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ ہم عورتیں گھروں میں بند ہو کر رہ گئی ہیں اور مردوں کو یہ فضیلت اور موقع حاصل ہے کہ وہ نماز باجماعت، جمعہ اور دوسرے مواقع میں شامل ہوتے ہیں۔ نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، حج کے بعد حج کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔ اور جب آپ میں سے کوئی حج، عمرہ یا جہاد کی غرض سے جاتا ہے تو ہم عورتیں آپ کی اولاد اور آپ کے اموال کی حفاظت کرتی ہیں۔ اور سوت کات کر آپ کے کپڑے بُنتی ہیں۔ آپ کے بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری بھی سنبھالے ہوئے ہیں۔ کیا ہم مردوں کے ساتھ ثواب میں برابر کی شریک ہو سکتی ہیں۔ جب کہ مرد اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور ہم اپنی ذمہ داری نبھاتی ہیں۔ اسماء کی یہ بات سُن کر حضور صحابہ کی طرف مُڑے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا کہ اس عورت سے زیادہ عمدگی کے ساتھ کوئی عورت اپنے مسئلہ اور کیس کو پیش کر سکتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا حضور ہمیں تو گمان بھی نہیں تھا کہ کوئی عورت اتنی عمدگی کے ساتھ اور اتنے اچھے پیرایہ میں اپنا مقدمہ پیش کر سکتی ہے۔ پھر آپ اسماء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے خاتون! اچھی طرح سمجھ لو اور جن کی تم نمائندہ بن کر آئی ہو اُن کو جا کر بتا دو کہ خاوند کے گھر کی عمدگی کے ساتھ دیکھ بھال کرنے والی اور اُسے اچھی طرح سنبھالنے والی عورت کو وہی ثواب اور اجر ملے گا جو اُس کے خاوند کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے پر ملتا ہے۔''

(تفسیر الدر المنثور، تفسیر سورۃ النساء، زیر آیت الرِّجَالُ قَوّٰامُونَ عَلَی النِّسَاءِ)

پھر ایک حدیث میں آتا ہے کہ ''جس عورت نے پانچوں وقت کی نماز پڑھی اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنے آپ کو بُرے کاموں سے بچایا اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کی اور اُس کا کہنا مانا، ایسی عورت کو اختیار ہے کہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔''

(مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب فی حق الزوک علی المرأۃ)

پھر ایک حدیث ہے موسیٰ بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ: ''اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے بہترین عورتیں قریش کی عورتیں ہیں جو چھوٹے بچوں پر دوسروں کی نسبت زیادہ شفیق اور مہربان ہیں اور تنگی اور ترشی میں خاوندوں سے نرمی اور لطف کا سلوک کرنے والی ہیں۔'' (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ)

بعض عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ بعض دفعہ حالات خراب ہو جاتے ہیں، مرد کی ملازمت نہیں رہی یا کاروبار میں نقصان ہوا، وہ حالات نہیں رہے، کشائش نہیں رہی تو ایک شور برپا کر دیتی ہیں کہ حالات کا رونا، خاوندوں سے لڑائی جھگڑے، انہیں برا بھلا کہنا، مطالبے کرنا۔ تو اس قسم کی حرکتوں کا نتیجہ پھر اچھا نہیں نکلتا۔ خاوند اگر ذرا سا بھی کمزور طبیعت کا مالک ہے تو فوراً قرض لے لیتا ہے کہ بیوی کے شوق کسی طرح پورے ہو جائیں اور پھر قرض کی دلدل ایک ایسی دلدل ہے کہ اس میں پھر انسان دھنستا چلا جاتا ہے۔ ایسے حالات میں کامل وفا کے ساتھ خاوند کا مددگار ہونا چاہئے، گزارا کرنا چاہئے۔ پھر چھوٹے بچوں سے شفقت کا سلوک کرنا چاہئے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں عورت کی جو خصوصیات بیان کی گئیں ہیں ان میں آیا ہے کہ بچوں سے شفقت کرتی ہیں اور خاوندوں کی فرمانبردار ہیں تاکہ اُن کی تربیت بھی اچھی ہو، اُن کی اُٹھان اچھی ہو اور وہ معاشرے کا مفید وجود بن سکیں۔ تو اسلام صرف تمہارے حقوق نہیں قائم کرتا، جس طرح یورپ میں ہے کہ عورت کے حقوق، فلاں کے حقوق، بلکہ تمہاری نسلوں کے حقوق بھی قائم کرتا چلا جاتا ہے۔ ذرا سی بات پر شور شرابہ کرنے والی عورتوں کو یہ حدیث بھی ذہن میں رکھ کر استغفار کرتے رہنا چاہئے۔

حضرت ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے آگ دکھائی گئی تو مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں داخل ہونے والوں کی اکثریت عورتوں کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کفر کا ارتکاب کرتی ہیں۔ عرض کیا گیا کہ کیا وہ اللہ کا انکار کرتی ہیں؟۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں وہ احسان فراموشی کی مرتکب ہوتی ہیں۔ اگر تو اُن میں سے کسی سے ساری عمر احسان کرے اور پھر وہ تیری طرف سے کوئی بات خلاف طبیعت دیکھے تو کہتی ہے میں نے تیری طرف سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔'' (صحیح بخاری کتاب الایمان باب کفران العشیر وکفر دون کفر فیہ)

پس ہر عورت کیلئے مقام خوف ہے، بہت استغفار کرے۔ پھر اسلام تمہارے حقوق قائم کرنے کیلئے کس طرح مردوں کو ارشاد فرما رہا ہے۔ مردوں کو تم پر سختی کرنے سے کس طرح روک رہا ہے۔ تھوڑی بہت کمیوں کمزوریوں کو نظرانداز کرنے کے بارے میں مردوں کو کس طرح سمجھایا جا رہا ہے۔ ایسی مثال دی ہے کہ مغربی معاشرے کے ذہن میں بھی کبھی ایسی مثال نہیں آسکتی۔ جیسا کہ اس حدیث میں آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''عورتوں کی بھلائی اور خیرخواہی کا خیال رکھو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا سب سے زیادہ کج حصہ اُس کا سب سے اعلیٰ حصہ ہوتا ہے۔ اگر تم اُسے سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اُسے توڑ ڈالو گے اگر تم اُس کو اُسکے حال پر ہی رہنے دو گے تو وہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔ پس عورتوں سے نرمی کا سلوک کرو۔'' (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: ''عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔ مختصر الفاظ میں فرما دیا ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (البقرۃ: 229) کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔ بعض لوگوں کا حال سُنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کے حکم ایسے ناجائز طریقے پر برتتے ہیں کہ انکو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔ چاہئے کہ بیویوں سے خاوندوں کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔ انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان ہی سے اسکے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
اُوصِيكُمْ بِالْجَارِ (اربعین اطفال)
(مَیں تم کو ہمسایہ سے نیک سلوک کی وصیت کرتا ہوں)
طالبِ دُعا: اراکین جماعت احمدیہ ممبئی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کیلئے اچھا ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 300-301، جدید ایڈیشن)

تو یہ حسین تعلیم ہے جو اسلام نے عورتوں کے حقوق قائم کرنے کیلئے دی ہے۔ تنبیہ کی بھی صرف اس حد تک اجازت ہے کہ تنبیہ کی حد تک ہی ہو۔ یہ نہیں کہ مار دھاڑ اور ظلم زیادتی شروع ہو جائے۔ اس ضمن میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔ آپ کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں کہ

’’یہ مت سمجھو کہ پھر عورتیں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کو بہت ذلیل اور حقیر قرار دیا جاوے۔ نہیں، نہیں۔ ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جسکا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں! دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو۔ نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدو کوب کرے۔ ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک غصہ سے بھرا ہوا انسان بیوی سے ادنیٰ سی بات پر ناراض ہو کر اُس کو مارتا ہے اور کسی نازک مقام پر چوٹ لگی ہے اور بیوی مر گئی ہے۔ اس لئے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ‘‘ (النساء: 20) اسکا مطلب یہ ہے کہ اُن سے اچھی طرح حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ ’’ہاں اگر وہ بیجا کام کرے تو تنبیہ ضروری چیز ہے۔ انسان کو چاہئے کہ عورتوں کے دل میں یہ بات جما دے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کر سکتا۔ اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اُس کی کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ خاوند عورت کیلئے اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پس مرد میں جلالی اور جمالی رنگ دونوں موجود ہونے چاہئیں۔‘‘ (ملفوظات، جلد اول، صفحہ 403-404، جدید ایڈیشن)

صرف یہ نہیں کہ ہر وقت جلال ہی دکھاتا رہے۔ عورت کے یہ حقوق ہیں جو اسلام قائم کر رہا ہے اور آج مغرب کے آزادی کے علمبردار عورت کی آزادی کے نعرے لگاتے ہیں جس میں آزادی کم اور بے حیائی زیادہ ہے اور بعض لوگ اِن کے ان کھوکھلے نعروں کے جھانسے میں آکر آزادی کی باتیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ آزادی تو آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرت ﷺ نے دلوائی تھی جس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے۔

بخاری کی روایت ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ’’ہمارا حال یہ ہو گیا تھا کہ ہم اپنے گھروں میں اپنی عورتوں سے بے تکلفی سے گفتگو کرتے ہوئے ڈرنے لگے تھے کہ کہیں یہ شکایت نہ کر دیں۔‘‘ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب الوصاۃ بالنساء)

یعنی اگر زیادتی ہو جائے تو آنحضرت ﷺ کے پاس جا کر ہماری شکایت نہ کر دیں۔ اب بتائیں! لاکھ قانون بنانے کے باوجود، کیا اس معاشرے میں مرد، عورت پر ظلم اور زیادتی نہیں کر رہا؟ اس مغربی معاشرے کو دیکھ لیں۔ کیا اب یہ مرد عورتوں پر ظلم و زیادتی کرنے سے باز آگئے ہیں؟ آپ کا جواب یقینا نفی میں ہوگا۔ تو مغرب کی اندھی تقلید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر اسلام نے بعض حالات میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ بعض نفلی عبادتیں یا ایسی عبادتیں جو تمہارے پر اس طرح فرض نہیں جس طرح مردوں پر جیسا کہ پانچ وقت مسجد میں جا کر نماز پڑھنا وغیرہ۔ تو جب بھی ایسی صورت ہوتی آنحضرت ﷺ یہی ارشاد فرماتے تھے کہ وہ اپنے خاوندوں کے حکم کی پابندی کریں۔ لیکن بعض دفعہ بعض صحابہ اللہ کے خوف کی وجہ سے اس طرح سختی سے حکم نہیں دیتے تھے لیکن ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے اور بعض دفعہ بعض صحابیات اپنی آزادی کے حق کو استعمال کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ اگر حکم ہے تو مانوں گی، ورنہ نہیں۔

اس بارہ میں ایک حدیث ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی سے ایک معاملہ میں اختلاف رائے ہو گیا۔ اُن کی بیگم حضرت عاتکہؓ نماز کی بہت دلدادہ تھیں اور نماز با جماعت کی تو ان کو عادت پڑ چکی تھی۔ وہ نماز با جماعت کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی تھیں۔ پس جب پانچ وقت عورت گھر سے نکلے حالانکہ اس پر نماز اس طرح فرض بھی نہ ہو اور پانچ وقت مسجد میں پہنچے تو پیچھے گھر کی ضروریات کا کیا حال ہوتا ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے کچھ عرصہ تو حوصلہ دکھایا پھر آپ نے کہا کہ اچھا بی بی اب کافی ہو گئی ہے، تمہارے پر تو مسجد میں جا کر نمازیں پڑھنا فرض بھی نہیں ہے، گھر میں نمازیں پڑھنے کی اجازت ہے تم کیوں مسجد جاتی ہو اور پھر یہ کہا کہ خدا کی قسم! تم جانتی ہو کہ تمہارا یہ فعل مجھے پسند نہیں ہے۔ تو اُن کی بیوی نے جواب دیا کہ واللہ! جب تک آپ مجھے مسجد جانے سے حکماً نہیں روکیں گے میں نہیں رکوں گی۔ اور حضرت عمرؓ کو یہ جُرأت نہیں ہوئی کہ بیوی کو حکماً مسجد جانے سے روک سکیں۔ چنانچہ آخر وقت تک انہوں نے یہ سلسلہ نہیں چھوڑا اور با قاعدہ مسجد میں جا کر نمازیں پڑھتی رہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ، باب هل على من لا یشهد الجمعة غسل)

ایک بات تو اس سے یہ پتہ چلی کہ اُس زمانے میں عورتوں میں کس قدر عبادتوں کا شوق تھا۔ دوسرے یہ کہ فرض سے زیادہ کی عبادت ہم نے خاوند کی مرضی کے بغیر نہیں کرنی۔ اگر وہ حکم دے تو رُک جانا ہے۔ کجا یہ کہ دنیاوی معاملات میں بھی خاوند کا کہنا نہ مانا جائے۔ تو دیکھیں یہ کیسی پیاری سموئی ہوئی، اعتدال والی تعلیم ہے جو اسلام کی تعلیم ہے۔ جو عورتیں اپنے خاوندوں کا کہنا ماننے والی ہیں، ان کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھنے والی ہیں، اُن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت اُمِ سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ جو عورت اس حالت میں فوت ہوئی کہ اُس کا خاوند اس سے خوش اور راضی ہے تو وہ جنت میں جائے گی۔

(سنن الترمذی باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأۃ)

تو دیکھیں عورت کو اِس قربانی کا خدا تعالیٰ کتنا بڑا اجر دے رہا ہے۔ ضمانت دے رہا ہے کہ تم اِس دنیا میں اپنے گھروں کو جنت نظیر بنانے کی کوشش کرو اور اگلے جہان میں مَیں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

پھر بعض عورتوں کو اپنے گھروں اور سسرال کے حالات کی وجہ سے شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔

بے صبری کا مظاہرہ کر رہی ہوتی ہیں اور بعض دفعہ تکلیف بڑھنے کے ساتھ ردِ عمل بھی اِس قدر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بھی شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو بجائے شکووں کو بڑھانے کے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہوئے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ٹھیک ہے میرے علم میں بھی ہے بعض دفعہ خاوندوں کی طرف سے اس قدر زیادتیاں ہو جاتی ہیں کہ ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں نظام سے، قانون سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اکثر دعا، صدقات اور رویّوں میں تبدیلی سے شکوے کی بجائے اُس کی مدد مانگنے کیلئے اُس کی طرف مزید جُھکنا چاہئے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقعہ پر فرمایا: ’’اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو۔‘‘ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات)

یہ نسخہ بھی آزما کر دیکھیں۔ جہاں آپ کی روحانی ترقی ہوگی وہاں بہت سی بلاؤں سے بھی محفوظ رہیں گی۔

پھر جوان لڑکیوں کے حقوق ہیں۔ اس میں بچیوں کے رشتوں کے معاملے ہوتے ہیں۔ گو ماں باپ اچھا ہی سوچتے ہیں سوائے شاذ کے جو بیٹی کو بوجھ سمجھ کر گلے سے اُتارنا چاہتے ہیں۔ بچیوں کو اُن کے رشتوں کے معاملے میں اسلام یہ اجازت دیتا ہے اگر تم پر زبردستی کی جا رہی ہے تو تم نظامِ جماعت سے، خلیفۂ وقت سے مدد لے کر ایسے ناپسندیدہ رشتے سے انکار کر دو۔ لیکن یہ اجازت پھر بھی نہیں ہے کہ اپنے رشتے خود ڈھونڈتی پھرو۔ بلکہ رشتوں کی تلاش تمہارے بڑوں کا کام ہے یا نظامِ جماعت کا۔ ہاں پسند ناپسند کا تمہیں حق ہے۔ جس لڑکے کا رشتہ آیا ہے اس کے حالات اگر جاننا چاہو تو جان سکتی ہو۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ دُعا کر کے شرح صدر ہونے پر رشتے طے کرنے چاہئیں۔ رشتوں کے بارے میں آزادی کے نام نہاد دعویدار تو یہ آزادی عورت کو آج دے رہے ہیں، اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے عورت کی یہ آزادی قائم کر دی۔

جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک مال دار شخص سے کر دیا جس کو لڑکی ناپسند کرتی تھی۔ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں شکایت لے کر حاضر ہوئی اور کہا کہ یا رسول اللہ! ایک تو مجھے آدمی پسند نہیں۔ دوسرے میرے باپ کو دیکھیں کہ مال کی خاطر نکاح کر رہا ہے۔ میں بالکل پسند نہیں کرتی۔

اب یہ دیکھیں کہ وہاں وہ لڑکی بجائے اس کے کہ شور شرابا کرتی، اِدھر اُدھر باتیں کرتی یا گھر سے چلی جاتی وہ سیدھی حضورؐ کے پاس گئی ہے۔ پتہ تھا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں میرے حقوق کی حفاظت ہوگی۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ تُو آزاد ہے۔ کوئی تجھ پر جبر نہیں ہو سکتا۔ جو چاہے کر۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے باپ کو بھی ناراض نہیں کرنا چاہتی اس سے بھی میرا تعلق ہے۔ مَیں تو اس لئے حاضر ہوئی تھی کہ ہمیشہ کیلئے عورت کا حق قائم کر کے دکھاؤں تا کہ دنیا پر یہ ثابت ہو کہ کوئی باپ اپنی بیٹی کو اُس کی مرضی کے خلاف رخصت نہیں کر سکتا۔ صحابیہ کہتی ہیں کہ اب جب آپ نے حق قائم کر دیا ہے تو خواہ مجھے تکلیف پہنچے، مَیں باپ کی خاطر اس قربانی کیلئے تیار ہوں۔ (سنن ابن ماجہ ابواب النکاح باب من زوّج ابنتہ وھی کارھۃ، مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 136)

دیکھیں اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے عورت میں ایسی آزادی کا احساس پیدا کر دیا تھا جو مادر پدر آزاد ہونے والی آزادی نہیں تھی بلکہ اُن کے حقوق کا تحفظ تھا کہ اپنے حقوق اپنی ذات کیلئے نہیں لینا چاہتی ہوں بلکہ معاشرے کے کمزور ترین وجود کے حقوق محفوظ کروانا چاہتی ہوں۔ اور اپنی ذات کے متعلق بتا دیا کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے کیونکہ مجھے اپنے باپ سے ایک لگاؤ ہے، ایک تعلق ہے، پیار ہے، محبت ہے۔ اس کی بات باوجودیکہ میری مرضی نہیں پھر بھی مَیں ردّ نہیں کروں گی اور اس رشتے کو

ارشاد نبوی ﷺ

انسان اپنے ربّ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے
جب وہ سجدے میں ہو اس لیے سجدہ میں بہت دعا کیا کرو
(مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب مایقول فی الرّکوع والسّجود)

طالبِ دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

ارشاد نبوی ﷺ

کسی چیز میں جتنا بھی رفق اور نرمی ہو اتنا ہی یہ اس کیلئے زینت کا موجب بن جاتا ہے اور
جس سے رفق اور نرمی چھین لی جائے وہ اتنی ہی بدنما ہو جاتی ہے یعنی رفق اور نرمی میں ہی حسن ہے
(مسلم، کتاب البرّ والصلۃ، باب فضل الرفق)

طالبِ دعا: مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

قبول کرتی ہوں۔ تو یہ صحابیہ آپ کیلئے ماڈل ہونی چاہئے نہ کہ مغرب کی مصنوعی آزادی کی دعویدار۔ اس طرز پر چلنے والی بچیاں اپنے خاندانوں کی عزت قائم کرتی ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی ایک مجلس میں مستورات کا ذکر چل پڑا۔ کسی نے ایک سربرآوردہ ممبر کا ذکر سنایا کہ اُس کے مزاج میں اول سختی تھی۔ عورتوں کو ایسا رکھا کرتے تھے جیسے زندان میں رکھا کرتے ہیں۔ یعنی قید میں رکھا ہوتا ہے۔ اور ذرا وہ نیچے اُترتی تو اُن کو مارا کرتے تھے۔ لیکن شریعت میں حکم ہے عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ نمازوں میں عورتوں کی اصلاح اور تقویٰ کیلئے دُعا کرنی چاہئے۔ قصاب کی طرح برتاؤ نہ کرے کیونکہ جب تک خدا نہ چاہے کچھ نہیں ہوسکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ مجھ پر بھی بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ عورتوں کو پھراتے ہیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ میرے گھر میں ایک ایسی بیماری ہے (یعنی حضرت امّ المومنینؓ کو ایسی بیماری ہے) کہ جس کا علاج پھرانا ہے۔ سیر کروانا ہے۔ جب اُن کی طبیعت زیادہ پریشان ہوتی ہے تو بدیں خیال کہ گناہ نہ ہو۔ کہا کرتا ہوں کہ چلو پھرا لاؤں اور بھی عورتیں ہمراہ ہوتی ہیں۔

(ملفوظات جلد سوم حاشیہ صفحہ 118، جدید ایڈیشن)

پھر بعض مرد بعض دفعہ یہ سمجھتے ہیں کہ کیونکہ اسلام نے ہمیں عورتوں پر بعض لحاظ سے فوقیت دی ہے اس لئے ہمیشہ اس کو جوتی کی نوک پر سمجھیں۔ اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’یہ مت سمجھو کہ عورتیں ایسی چیزیں ہیں کہ ان کو بہت ذلیل اور حقیر چیز قرار دیا جائے۔ نہیں نہیں ہمارے ہادی کامل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جسکا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔‘‘ (ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 403-404، جدید ایڈیشن)

تو ان باتوں سے واضح ہوگیا کہ عورتوں کا اسلام میں کیا مقام ہے۔

اب مَیں آپ کے سامنے بعض باتیں رکھنا چاہتا ہوں جو اکثر عورتوں میں پائی جاتی ہیں۔ کسی میں کم، کسی میں زیادہ۔ آزادی کی باتیں تو ہوگئیں لیکن اگر یہ ایک حد سے بڑھ جائیں تو معاشرے پر بھی بُرا اثر ڈالتی ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جہاں آپ کو اپنی آزادی پر کچھ پابندیاں لگانی پڑیں گی۔ ہر احمدی عورت کو ہر وقت یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ہمیں ان بیماریوں سے جو مَیں ذکر کروں گا، بچنا ہے تا کہ اس حسین معاشرے کو قائم کرنے والی ہوں جس کے قائم کرنے سے اسلام کی خوبیاں دنیا کے سامنے پیش کرنے میں مدد ملے۔ بعض ذاتی اور گھریلو قسم کی بُرائیاں ایسی ہیں جو ذاتی ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے پر بھی بُرا اثر ڈالتی ہیں اور جن سے بجائے نیکیوں میں آگے بڑھنے کے برائیوں میں آگے بڑھنے کی دوڑ شروع ہوجاتی ہے۔ مثلاً فخر ومباہات وغیرہ، دکھاوا وغیرہ۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ عورتوں میں چند عیب بہت سخت ہیں اور کثرت سے ہیں۔ ایک شیخی کرنا کہ ہم ایسے اور ایسے ہیں پھر یہ کہ قوم پر فخر کرنا کہ فلاں تو کمینی ذات کی عورت ہے یا فلاں ہم سے نیچی ذات کی ہے۔ پھر یہ کہ اگر کوئی غریب عورت ان میں بیٹھی ہوئی ہو تو اُس سے نفرت کرتی ہیں اور اس کی طرف اشارہ کردیتی ہیں کہ کیسے غلیظ کپڑے پہنے ہیں۔ زیور اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ تو یہ بُرائی ایسی ہے جو ذاتی بُرائی تو ہے ہی معاشرے میں بھی بُرائی پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے۔ قوم پر فخر ہے کہ ہم سیّد ہیں یا مغل ہیں یا پٹھان ہیں وغیرہ۔ تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ اول تو تین چار پشتوں کے بعد اکثر یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ اصل ذات کیا ہے۔ سیّد ہے بھی کہ نہیں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی کر رہا ہے اور حالات کی وجہ سے ماحول بدلنے سے لوگوں کو پتہ ہی نہیں کہ اصل میں تم کون ہو تو پردہ رہنے دو۔ بلا وجہ فخر نہ کرو کہ خدا تعالیٰ کو یہ دکھاوے پسند نہیں ہیں۔ ایک غلطی کر کے پھر غلطیوں پر غلطیاں نہ کرتے چلے جاؤ۔

یہاں مجھے ایک واقعہ یاد آگیا کہ ایک سیّد صاحب کو یہ ضد تھی کہ بچیوں کا رشتہ اگر کروں گا تو سیّدوں میں کروں گا۔ خیر خدا خدا کر کے ایک رشتہ سیّدوں میں ملا۔ جب بارات آئی تو دُولہا کے باپ کو دیکھ کر دُلہن کے والد صاحب بے ہوش ہوگئے۔ کیونکہ وہ پارٹیشن سے پہلے اُن کے گاؤں کا میراثی تھا جو پاکستان بننے کے بعد سیّد بن گیا تھا۔ تو کسی قسم کی شیخی اور فخر نہیں کرنا چاہئے۔ کوئی پتہ نہیں کون کیا ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ سیّد صاحب جن کی بیٹی تھی یہ خود بھی چار پشتوں پہلے سیّد نہ ہوں تو شاید اللہ تعالیٰ نے اُن کا غرور توڑنے کیلئے یہ رشتہ کروایا ہو۔ اس لئے ہر وقت ہر لمحہ استغفار اور خوف کا مقام ہے۔

پھر کپڑوں پر بڑا فخر ہو رہا ہوتا ہے۔ اپنے گزشتہ حالات بھول جاتے ہیں۔ حال یاد رہ جاتا ہے اور مجلسوں میں بیٹھ کر بڑے فخر سے بتایا جاتا ہے کہ دیکھو مَیں نے یہ جوڑا اتنے میں بنایا۔ پھر شادی بیاہ پر لاکھوں روپے کا ایک ایک جوڑا بنا لیتے ہیں جو ایک یا دو دفعہ پہن کر کسی کام کا نہیں ہوتا۔ اُس کا استعمال ہی نہیں کیا جاتا۔ چلیں آپ نے یہ فضول خرچی تو کرلی اب اس کو اپنے تک رکھیں۔ پھر اپنے جیسی فضول خرچ عورتوں میں بیٹھ کر دوسروں کا ٹھٹھا اُڑایا جاتا ہے کہ اُس نے کس قسم کے سستے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اور پھر مالی لحاظ سے بھی اپنے سے کم حتیٰ کہ رشتے دار کو بھی نہیں بخشتے۔ تو یہ فخر، یہ شیخی احمدی عورت میں نہیں ہونی چاہئے۔

اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام قرآنِ کریم کی تعلیم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’چوتھی قسم ترک شر کے اخلاق میں سے رِفق اور قولِ حسن ہے اور یہ خُلق جس حالتِ طبعی سے پیدا ہوتا ہے اُس کا نام طلاقت یعنی کشادہ روئی ہے۔ بچہ جب تک کلام کرنے پر قادر نہیں ہوتا بجائے رفق اور قولِ حسن کے طلاقت دکھلاتا ہے۔ یہی دلیل اس بات پر ہے کہ رفق کی جڑ جہاں سے یہ شاخ پیدا ہوتی ہے طلاقت ہے۔ طلاقت ایک قوت ہے اور رفق ایک خُلق ہے جو اس قوت کو محل پر استعمال کرنے سے پیدا ہوجاتا ہے۔ اس میں خدائے تعالیٰ کی تعلیم یہ ہے‘‘ اس کا ترجمہ میں پڑھ دیتا ہوں کہ ’’یعنی لوگوں کو وہ باتیں کہو جو واقعی طور پر نیک ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے۔ ہوسکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھے ہوں۔ بعض عورتیں بعض عورتوں سے ٹھٹھا نہ کریں۔ ہوسکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا وہی اچھی ہوں۔ اور عیب مت لگاؤ۔ اپنے لوگوں کے بُرے بُرے نام مت رکھو۔ بدگمانی کی باتیں مت کرو اور نہ عیبوں کو کرید کرید کر پوچھو۔ ایک دوسرے کا گلہ مت کرو۔ کسی کی نسبت وہ بہتان یا الزام مت لگاؤ جس کا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک عضو سے مواخذہ ہوگا اور کان، آنکھ، دل ہر ایک سے پوچھا جائے گا۔‘‘ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد نمبر 10، صفحہ 350)

یہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیات کا ترجمہ ہے۔

پس یہ بڑے استغفار کا مقام ہے کہ اگر پوچھا جانے لگا تو پتہ نہیں اعمال اس قابل ہیں بھی نہیں کہ بخشش ہو۔ اس لئے ہمیشہ استغفار کرتے رہنا چاہئے۔ اُس کا فضل مانگنا چاہئے۔

پھر عورتوں میں ایک بیماری زیور کی نمائش کی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ زیور عورت کی زینت ہے اور زینت کی خاطر وہ پہنتی ہے اور اس کی اجازت بھی ہے لیکن اس زینت کی نمائش ہر جگہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کی حدود متعین کی ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت حذیفہؓ کی ہمشیرہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا اور فرمایا! اے عورتو! تم چاندی کے زیور کیوں نہیں بنواتیں؟ سنو! کوئی بھی ایسی عورت جس نے سونے کے زیور بنائے اور وہ انہیں فخر کی خاطر عورتوں کو یا اجنبی مردوں کو دکھاتی پھرتی ہو تو اس عورت کو اُس کے فعل کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا۔

(سنن النسائی، کتاب الزینۃ من السنن، الکراھیۃ للنساء فی اظہار الحلی والذھب)

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مُزَینہ قبیلہ کی ایک عورت بڑے ناز و ادا سے زیب و زینت کئے ہوئے مسجد میں داخل ہوئی۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے لوگو! اپنی عورتوں کو زیب و زینت اختیار کرنے اور مسجد میں ناز و ادا سے مٹک مٹک کر چلنے سے منع کرو۔ بنی اسرائیل پر صرف اس وجہ سے لعنت کی گئی کہ ان کی عورتوں نے زیب و زینت اختیار کر کے ناز و نخرے کے ساتھ مسجدوں میں اِترا کر آنا شروع کردیا تھا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ النساء)

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ نمائش کی خاطر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کیلئے تمہیں عورتوں میں بھی زیور اس طرح اظہار کے ساتھ دکھانے کی ضرورت نہیں جس سے معاشرے میں فساد پیدا ہو جائے۔ ٹھیک ہے تم نے زیور پہن لیا۔ جب فنکشن ہو رہے ہوں تو عورت کی عورت پر نظر پڑ جاتی ہے۔ اس کے زیور کی، اُس کے کپڑوں کی تعریف بھی کردیتی ہیں۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے۔ لیکن جس نے نیا زیور بنایا ہو وہ دوسری عورتوں کو بُلا بُلا کر دکھائے کہ دیکھو یہ زیور مَیں نے اتنے میں بنایا ہے تمہیں بھی پسند آیا تم بھی بناؤ، اپنے خاوند سے کہو کہ بنوا کر دے۔ تو بہت سی کمزور طبع عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایسی عورتوں کی باتوں میں آجاتی ہیں اور اپنے خاوندوں پر زور دیتی ہیں کہ مجھے بھی بنا کردو۔ اگر اُن کے خاوند میں اتنی طاقت نہ ہو کہ وہ زیور بنا سکے تو پھر دو ہی صورتیں ہوتی ہیں یا تو گھروں میں فساد پڑ جاتے ہیں، میاں بیوی کے تعلقات خراب ہوجاتے ہیں یا پھر یہ ہوتا ہے کہ خاوند قرض لے کر بیوی کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔ لیکن پھر ان قرضوں کی وجہ سے اعصاب زدہ ہوجاتا ہے کیونکہ آج کل کے اس دور میں جب ہر جگہ مہنگائی کا دور ہے ہر قسم کی خواہش پوری کرنا ہر خاوند کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ تو نمود و نمائش کرنے والیوں کو بھی خوفِ خدا کرنا چاہئے۔ لوگوں کے گھر نہ اُجاڑیں اور کم طاقت والی عورتیں بھی صرف دنیا داری کی خاطر اپنے گھروں کو جہنم نہ بنائیں۔

پھر اس حدیث میں آگے یہ فرمایا کہ مسجد تو عبادت کی جگہ ہے۔ یہاں ایسی عورتوں کو نہیں آنا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا مَیں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبّت، اطاعت، اعتقاد، مریدی، اسلام کا مدّعی سچّا مدعی نہیں ہے۔

(ملفوظات، جلد 2، صفحہ 167)

طالب دُعا: قریشی محمد عبد اللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کیلئے گردن آگے رکھ دینا، یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی رُوح اور تمام احکام کی جان ہے۔

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 152)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

چاہئے جن کا مقصد صرف نمود ونمائش ہو۔ مسجد ہے، کوئی فیشن ہال نہیں ہے۔ یہاں عبادت کی غرض سے جاتے ہیں۔اس لئے یہاں جب آؤ تو خالصتاً اللہ کی خاطر اُسکی عبادت کرنے کی خاطر یا اُسکا دین سیکھنے کی خاطر آؤ۔ یہی رویہ، یہی طریق جماعتی فنکشن میں، اجلاسوں میں اجتماعوں وغیرہ پر بھی ہونا چاہئے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا جماعت پر احسان ہے کہ بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو الحمدللہ جذبہ ایمانی سے سرشار ہیں اور قربانی کی ایسی اعلیٰ مثالیں قائم کرتی ہیں کہ جن کی نظیر نہیں ملتی اور اپنے زیور اُتار اتار کر جماعت کیلئے پیش کرتی ہیں۔ مختلف چندوں میں، تحریکوں میں دیتی ہیں۔ لیکن وہ جو نمود ونمائش کی طرف چل پڑی ہیں، دنیاداری میں پڑ گئی ہیں وہ خود اپنے آپ کو دیکھیں اور اپنا محاسبہ کریں۔ پھر یہ ہے کہ بعض عورتوں کو دوسروں کی ٹوہ میں رہنے کی عادت ہوتی ہے۔ باتیں سُننے کیلئے تجسّس ہوتا ہے۔ اس کوشش میں لگی رہتی ہیں کہ کسی طرح کوئی بات پتہ لگ جائے۔ لیکن پوری طرح اس بات کا علم تو نہیں پاسکتیں۔ نتیجۃً یہ ہوتا ہے کہ بدظنی پیدا ہوتی ہے۔ پھر ایک نیا فساد شروع ہوجاتا ہے۔ پھر اس بدظنی کے نتیجے میں بغض، کینے، حسد شروع ہوجاتے ہیں۔ پھر اپنے دلوں سے نکل کر اپنے گھر والوں کے دلوں میں یہ حسد اور کینے چلے جاتے ہیں۔ پھر ماحول پر اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر جیسا کہ مَیں نے کہا نہ ختم ہونے والا ایک فساد شروع ہوجاتا ہے۔ اس لئے حدیث میں آیا ہے کہ بدظنی سے بچو۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ظن سے بچو کیونکہ ظن سب سے جھوٹی بات ہے۔ اور تجسس نہ کرو اور کسی بات کی ٹوہ میں نہ لگے رہو اور دنیا طلبی میں نہ پڑو اور تم حسد نہ کرو اور تم بُغض نہ رکھو اور باہمی اختلاف میں مبتلا نہ ہوجاؤ اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔

(مسلم، باب تحریم الظن، بخاری کتاب الادب)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ اس سلسلہ میں عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’غیبت کرنے والے کی نسبت قرآنِ کریم میں ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔‘‘

فرمایا کہ: ’’عورتوں میں یہ بیماری بہت ہے۔ آدھی رات تک بیٹھی غیبت کرتی ہیں اور پھر صبح اُٹھ کر وہی کام شروع کر دیتی ہیں۔ لیکن اس سے بچنا چاہئے۔ عورتوں کی خاص سورۃ قرآنِ شریف میں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ مَیں نے بہشت میں دیکھا کہ فقیر زیادہ تھے اور دوزخ میں دیکھا کہ عورتیں بہت تھیں‘‘۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 29، جدید ایڈیشن)

اللہ تعالیٰ احمدی عورت کو اس سے محفوظ رکھے۔

ایک اور اہم بات جس کی اس زمانے میں خاص طور پر بہت ضرورت ہے، وہ پردہ ہے اور یہ پردہ عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے اور مردوں کیلئے بھی۔ اس لئے غضِّ بصر کا حکم ہے۔ غضِّ بصر ہے کیا؟ اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’خدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مُراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے۔ یہ اُن نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظراندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیرمحل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچالینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِّ بصر کہتے ہیں۔‘‘ یعنی نیم آنکھ سے دیکھنا۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن، جلد 10، صفحہ 344)

پھر حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے اگر کسی زمانے میں پردے کی رسم نہ ہوتی تو اس زمانے میں رسم ضرور ہونی چاہئے۔‘‘ فرمایا کہ اگر کسی زمانے میں پردے کی ضرورت نہ بھی ہوتی تو اس زمانے میں ضرور ہونی چاہئے۔ ’’کیونکہ یہ کل جُگ ہے۔‘‘ یعنی آخری زمانہ ہے۔ ’’اور زمین پر بدی اور فسق وفجور اور شراب خوری کا زور ہے اور دلوں میں دہریہ پن کے خیالات پھیل رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کے احکام کی عظمت دلوں سے اُٹھ گئی ہے۔ زبانوں پر سب کچھ ہے اور لیکچر بھی منطق اور فلسفہ سے بھرے ہوئے ہیں مگر دل روحانیت سے خالی ہیں۔ ایسے وقت میں کب مناسب ہے کہ اپنی غریب بکریوں کو بھیڑیوں کے بنوں میں چھوڑ دیا جائے۔‘‘

یہاں عورت کو بکریوں سے اور بھیڑیے کو گندہ معاشرے سے تشبیہ دی ہے۔ دیکھ لیں اب ہم حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زندگی کے زمانے سے مزید سو سال آگے چلے گئے ہیں تو اب اسکی کس قدر ضرورت ہے۔ نہ مغرب محفوظ ہے اور نہ مشرق محفوظ ہے۔ ذرا گھر سے باہر نکل کر دیکھیں تو جو کچھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے آپ کو نظر آجائے گا۔ پھر بے احتیاطی کیسی ہے۔ لاپرواہی کیسی ہے۔ سوچیں غور کریں اور اپنے آپ کو سنبھالیں۔ لیکن بعض مرد زیادہ سخت ہوجاتے ہیں ان کو بھی یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ قید کرنا مقصد نہیں ہے، پردہ کرانا مقصد ہے۔

اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’قرآن مسلمان مردوں اور عورتوں کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ غضِّ بصر کریں۔ جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے ہی نہیں تو محفوظ رہیں گے۔ یہ نہیں کہ انجیل کی طرح یہ حکم دے دیتا کہ شہوت کی نظر سے نہ دیکھ۔ افسوس کی بات ہے کہ انجیل کے مصنف کو یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ شہوت کی نظر کیا ہے۔ نظر ہی تو ایک ایسی چیز ہے جو شہوت انگیز خیالات کو پیدا کرتی ہے۔ اس تعلیم کا جو نتیجہ ہوا ہے وہ ان لوگوں سے مخفی نہیں ہے جو اخبارات پڑھتے ہیں۔ اُن کو معلوم ہوگا کہ لندن کے پارکوں اور پیرس کے ہوٹلوں کے کیسے شرمناک نظارے بیان کئے جاتے ہیں۔

اسلامی پردہ سے یہ ہرگز مُراد نہیں ہے کہ عورت جیل خانہ کی طرح بند رکھی جاوے۔ قرآن شریف کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں ستر کریں۔ وہ غیر مرد کو نہ دیکھیں۔ جن عورتوں کو باہر جانے کی ضرورت تمدنی امور کیلئے پڑے ان کو گھر سے باہر نکلنا منع نہیں ہے۔ وہ بیشک جائیں لیکن نظر کا پردہ ضروری ہے۔ مساوات کیلئے عورتوں کے نیکی کرنے میں کوئی تفریق نہیں رکھی گئی ہے اور نہ اُن کو منع کیا گیا ہے کہ وہ نیکی میں مشابہت نہ کریں۔ اسلام نے یہ کب بتایا ہے کہ زنجیر ڈال کر رکھو۔ اسلام شہوات کی بِنا کو کاٹتا ہے۔ یورپ کو دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کتوں اور کتیوں کی طرح زنا ہوتا ہے اور شراب کی اس قدر کثرت ہے کہ تین میل تک شراب کی دکانیں چلی گئی ہیں۔ یہ کس تعلیم کا نتیجہ ہے؟ کیا پردہ داری یا پردہ دری کا۔‘‘

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 297-298)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، حضرت امّ المومنین کو کس حد تک پردہ کرواتے تھے یا کیا طریق تھا۔ اس بارہ میں روایت ہے کہ ’’حضرت ام المومنین کی طبیعت کسی قدر ناساز رہا کرتی تھی۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب سے مشورہ فرمایا کہ اگر وہ ذرا باغ میں چلی جایا کریں تو کچھ حرج تو نہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

’’دراصل مَیں تو اس لحاظ سے کہ معصیت نہ ہو کبھی کبھی گھر کے آدمیوں کو اس لحاظ سے کہ شرعاً جائز ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں رعایت پردہ کے ساتھ باغ میں لے جایا کرتا تھا اور میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا۔ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ بہار کی ہوا کھاؤ۔ گھر کی چار دیواری کے اندر ہر وقت بند رہنے سے بعض اوقات کئی قسم کے امراض حملہ کرتے ہیں۔ علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت عائشہؓ کو لے جایا کرتے تھے۔ جنگوں میں حضرت عائشہ ساتھ ہوتی تھیں۔ پردہ کے متعلق بڑی افراط تفریط ہوئی ہے۔ یورپ والوں نے تفریط کی ہے اور اب ان کی تقلید سے بعض نیچری بھی اسی طرح چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس بے پردگی نے یورپ میں فسق وفجور کا دریا بہا دیا ہے۔ اور اسکے بالمقابل بعض مسلمان افراط کرتے ہیں کہ کبھی عورت گھر سے باہر نکلتی ہی نہیں حالانکہ ریل پر سفر کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ غرض ہم دونوں قسم کے لوگوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں جو افراط اور تفریط کر رہے ہیں۔‘‘

(ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 557-558)

پس خلاصۃً بعض اہم امور مَیں نے بیان کردئے اور وقت کی رعایت کے ساتھ اتنا ہی بیان ہوسکتا تھا۔ بہت سی باتیں میں نے چھوڑ بھی دی ہیں یا مختصراً بیان کی ہیں۔ ان سے آپ کو بخوبی اندازہ ہوگیا ہوگا کہ اسلام جو پابندیاں عورتوں پر لگاتا ہے یا بعض احکام کا پابند کرتا ہے وہ ایک تو آپ کی عزت، احترام اور تکریم پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دوسرے معاشرہ کو پاک اور جنت نظیر بنانا چاہتا ہے۔ فسادوں کو مٹانا چاہتا ہے۔ آپ جائزہ لے لیں جہاں بھی مردوں اور عورتوں کی، چاہے وہ عزیز رشتہ دار ہی ہوں، بے حیا مجالس ہیں وہاں سوائے فساد کے اور کچھ نہیں۔ اور اگر مغرب اس کو عورت کی آزادی کے سلب کرنے کا نام دیتا ہے تو دیتا رہے۔ آپ یک زبان ہوکر کہیں کہ اگر یہ بے حیائی ہی تمہاری آزادی ہے تو اس آزادی پر ہزار لعنت ہے۔ ہم تو صالحات میں سے ہیں اور صالحات ہی رہنا چاہتی ہیں۔ تم نے بھی اگر اپنی عزتوں کی حفاظت کرنی ہے، اپنا احترام معاشرے میں قائم کرنا ہے تو آؤ اور اس حسین تعلیم کو اپناؤ۔ خدا کرے کہ یہ نام نہاد آزادی کی چکاچوند چاہے وہ مغرب میں ہو یا مشرق میں کبھی آپ کو متأثر کرنے والی نہ ہو اور جماعت میں صالحات اور عابدات پیدا ہوتی چلی جائیں۔ اے اللہ تو ہمیشہ ہماری مدد فرما۔ آمین!

(بشکریہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 18/نومبر 2005)

......☆......☆......☆......

شعبہ نور الاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کرکے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

Alam Associates
Architect & Engineers
+91 9032667993
alamassociates18@gmail.com
22-7-269/1/2/B, Dewan Devdi, Hyderabad - 500002. (T.S.)

Mobile : 8978952048
NEW Lords SHOE CO.
lordsshoe.co@gmail.com
(WHOLESALE & RETAIL)
DEALERS IN : CHINA, DELHI & JALANDHAR LADIES AND GENTS SLIPPERS
16-10-27/105/B2, Malakpet, Hyderabad - 500 036. Telangana.

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT
طالب دعا
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695
#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 14/ اگست 2020 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اَبُو مِحْجَن ثَقَفِی کا کیا واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: ایرانیوں سے جنگ کے دوران اس نے شراب پی جس پر حضرت سعدؓ نے اسے کوڑوں کی سزا دی اور زنجیر پہنا دی۔ اس نے حضرت سعدؓ کی لونڈی سے کہا کہ میری زنجیریں کھول دو کہ میں جنگ میں شامل ہوسکوں۔ اگر میں زندہ بچ گیا تو واپس آکر بیڑیاں پہن لوں گا۔ اس نے زنجیریں کھول دیں۔ ابومحجن جنگ میں شامل ہوا اور حضرت سعدؓ نے اسے دیکھ لیا۔ لڑائی ختم ہوئی تو ابومحجن نے واپس آکر اپنی زنجیریں پہن لیں۔ حضرت سعدؓ نے اَبُو مُحْجَن کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اگر تم نے آئندہ شراب پی تو میں تمہیں بہت سخت سزا دوں گا۔

سوال: حضور انور نے حضرت خنساءؓ کی قربانی کا کیا ایمان افروز واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت خنساءؓ نے جنگ قادسیہ میں اپنے چار بیٹے اللہ کی راہ میں قربان کیے۔ جنگ پر جاتے ہوئے انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ یاد رکھو کہ آخرت کا گھر اس فانی دنیا سے بہتر ہے۔ ثابت قدم رہو اور کندھے سے کندھا ملا کر لڑو۔ خدا کا تقویٰ اختیار کرو۔ جب تم دیکھو گے کہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے اور اس کا تندور بھڑک اٹھا ہے اور شہ سواروں نے اپنے سینے تان لیے ہیں تو تم اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے اس میں کود جاؤ۔ حضرت خنساءؓ کے بیٹوں نے ان کی وصیت پر عمل کیا اور رجزیہ شعر پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں کود گئے اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

سوال: قادسیہ فتح کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے اور کن کن مقامات کو فتح کیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: قادسیہ کو فتح کرنے کے بعد اسلامی لشکر نے بابل کو فتح کیا۔ یہ فتح کرکے کُوثی نام کے تاریخی شہر کے مقام پر پہنچے یہ وہ جگہ تھی جہاں حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے قید کیا تھا۔ حضرت سعدؓ نے جب وہاں پہنچے اور قید خانے کو دیکھا تو قرآن کریم کی آیت پڑھی۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ یعنی یہ دن ایسے ہیں کہ ہم انہیں لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

سوال: کوثی کے بعد اسلامی لشکر نے کس مقام کو فتح کیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: کُوثی سے آگے بڑھے تو بُہَرَہ شِیر نامی ایک جگہ پر پہنچے جو دجلہ کے مغرب میں واقع عراق کے شہر مدائن کے قریب بغداد کے نواحی علاقوں میں سے ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا۔ حضرت سعدؓ کا لشکر قریب پہنچا تو انہوں نے اس درندے کو لشکر پر چھوڑ دیا۔ شیر گرج کر لشکر پر حملہ آور ہوا۔ حضرت سعدؓ کے بھائی ہاشم بن ابی وقاص لشکر کے ہراول دستے کے افسر تھے۔ انہوں نے شیر پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

سوال: حضور انور نے مدائن کی جنگ کا کیا واقعہ بیان کیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: مدائن کسریٰ کا پایہ تخت تھا۔ یہاں پر اس کے سفید محلات تھے۔ مسلمانوں اور مدائن کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا۔ ایرانیوں نے دریا کے تمام پل توڑ دیے۔ حضرت سعد کے حکم پر اسلامی فوجیں تیر کر دریا کے پار اتر گئیں۔ ایرانیوں نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو خوف سے چلّانے لگے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر شہر اور کسریٰ کے محلات پر قبضہ کر لیا۔

سوال: مدائن کے محلات کو دیکھ کر حضرت سعدؓ نے کون سی آیت پڑھی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ نے سورۂ دخان کی یہ آیات پڑھیں كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ۔ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ۔ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ۔ كَذٰلِكَ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (26 تا 29) کتنے ہی باغات اور چشمے ہیں جو انہوں نے پیچھے چھوڑے اور کھیتیاں اور عزت و احترام کے مقام بھی اور ناز و نعمت جس میں وہ مزے اڑایا کرتے تھے۔ اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسری قوم کو اس نعمت کا وارث بنا دیا۔

سوال: مدائن کی فتح کے بعد حضرت سعدؓ نے حضرت عمر سے کیا اجازت مانگی اور حضرت عمرؓ نے کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: مدائن کی فتح کے بعد حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں لکھ کر مزید آگے بڑھنے کی اجازت چاہی جس پر حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ سر دست اسی پر اکتفا کرو اور مفتوحہ علاقے کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی جائے۔

سوال: حضرت سعدؓ نے مدائن اور کوفہ میں کیا نظم و نسق کیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ نے مدائن کو مرکز بنا کر نظم و نسق کو مستحکم کرنے کی کوشش شروع کی۔ آپؓ نے عراق کی مردم شماری اور پیمائش کروائی۔ رعایا کے آرام و آسائش کا انتظام کیا۔ آپؓ نے ایک نیا شہر بسایا جس میں مختلف عرب قبائل کو الگ الگ محلّوں میں آباد کیا اور شہر کے درمیان ایک بڑی مسجد بنوائی جس میں چالیس ہزار نمازی ایک وقت میں نماز پڑھ سکتے تھے۔

سوال: حضور انور نے معرکہ نہاوند کا کیا واقعہ بیان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: 21 ہجری میں ایرانیوں نے عراق کا وہ حصہ جو فارسیوں کے پاس تھا اس میں مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں کیں اور مسلمانوں سے مفتوحہ علاقے واپس لینے کی غرض سے نہاوند کے مقام پر مسلمانوں کے خلاف ڈیڑھ لاکھ ایرانی جنگجو اکٹھے ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت نعمان بن مُقَرِّن مُزَنِیؓ کو مسلمان فوج کا قائد مقرر فرمایا۔ ڈیڑھ لاکھ ایرانیوں کے مقابل پر مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تھی۔ مسلمان اس بہادری کے ساتھ لڑے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اور اسی جنگ میں حضرت نعمانؓ شہید ہو گئے۔

سوال: کوفہ والوں نے حضرت عمرؓ سے حضرت سعدؓ کی کیا شکایت کی تھی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: انہوں نے شکایت کی کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا مَیں تو بخدا انہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھایا کرتا تھا۔ اس میں ذرا بھی کم نہیں کرتا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھاتا تو پہلی دو رکعتیں لمبی اور پچھلی دو رکعتیں ہلکی پڑھتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا میرا آپ کے متعلق یہی خیال تھا۔

سوال: حضرت سعدؓ نے کوفہ کے ایک شخص کو کیا بددعا دی تھی اور وہ کس طرح پوری ہوئی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے متعلق کوفہ کی تمام مسجدوں میں دریافت کرایا۔ سب نے ان کی تعریف کی۔ قبیلہ بنو عبس کے ایک شخص نے حضرت سعد کے متعلق کہا کہ سعدؓ فوج کے ساتھ نہیں جاتے تھے اور نہ برابر تقسیم کرتے تھے اور نہ انصاف کرتے تھے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے دعا کی کہ اے میرے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور اس کی محتاجی کو بڑھا اور اسے مصیبتوں کا تختۂ مشق بنا۔ اس کے بعد جب کوئی اس شخص کا حال پوچھتا تو وہ کہتا پیر فرتوت ہوں۔ مصیبت زدہ ہوں اور حضرت سعدؓ کی بددعا مجھے لگ گئی ہے۔

سوال: حضرت عمرؓ نے انتخاب خلافت کے لیے کن افراد پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیا تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت عمرؓ نے انتخابِ خلافت کے لیے ایک بورڈ مقرر کیا جس میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ان میں سے کسی ایک کو چن لینا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اہلِ جنت قرار دیا ہے۔

سوال: حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے متعلق کیا تلقین فرمائی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اگر خلافت سعد بن ابی وقاصؓ کو مل گئی تو وہی خلیفہ ہوں ورنہ جو بھی تم میں سے خلیفہ ہو وہ سعدؓ سے مدد لیتا رہے کیونکہ مَیں نے انہیں اس لیے معزول نہیں کیا کہ وہ کسی کام کے کرنے سے عاجز تھے اور نہ اس لیے کہ انہوں نے کوئی خیانت کی تھی۔

سوال: آنحضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فتنوں کے متعلق کیا پیشگوئی فرمائی تھی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ضرور آئندہ زمانے میں ایک فتنہ ہوگا اور اس میں بیٹھا رہنے والا کھڑے ہونے والے شخص سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا اور چلنے والا شخص دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔

سوال: جب امیر معاویہ نے حضرت سعدؓ کو حضرت علیؓ کے خلاف لڑنے کیلئے بلایا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اے معاویہ! تیری بیماری سخت ہے۔ تیرے مرض کی کوئی دوا نہیں۔ کیا تُو اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ ابوحسنؓ نے مجھے لڑنے کیلئے کہا تھا مگر میں نے ان کی بات بھی نہیں مانی اور مَیں نے ان سے کہا کہ مجھے ایسی تلوار دے دیں جو بصیرت رکھتی ہو اور مجھے دشمن اور دوست میں فرق کرکے بتا دے۔ کیا تُو امید رکھتا ہے کہ جس نے لڑائی کرنے کیلئے حضرت علیؓ کی بات نہ مانی ہو وہ تیری بات مان لے گا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی زندگی کا ایک دن تیری ساری زندگی اور موت سے بہتر ہے اور تُو ایسے شخص کے خلاف مجھے بلاتا ہے۔

......☆......☆......

جلسہ سالانہ انگلستان میں شامل ہونے والے افراد جماعت کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ نصائح

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 25/ جولائی 2003 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ انگلستان کے متعلق کیا دعا کی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: آج جماعت احمدیہ انگلستان اپنا 37 واں جلسہ سالانہ منعقد کر رہی ہے۔ خدا کرے کہ اس جلسہ کی روایات بھی ہمیشہ کی طرح وہی رہیں جو ایک سو بارہ سال قبل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جاری فرمائی تھیں۔ اور اس للّٰہی جلسے کو عام دنیاوی میلوں اور تماشوں سے الگ ایک ایسا جلسہ قرار دیا تھا جس کا انعقاد صحت نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسے کی کیا اغراض بیان فرمائی ہیں؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: اس (جلسہ) کا انعقاد صحتِ نیت اور حسن ثمرات پر موقوف ہے۔ یہ دنیا کے تماشوں میں سے کوئی تماشا نہیں۔ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا، ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی اور چونکہ ہر یک کیلئے بباعث ضُعفِ فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسّر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کیلئے آوے۔ لہٰذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسے کیلئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت و فرصت و عدمِ موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہوسکیں۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ سالانہ میں کن کن امور کی انجام دہی کا ذکر فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہِ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدائے تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے اور ایک عارضی فائدہ ان جلسوں میں یہ بھی ہوگا کہ ہر یک نئے سال جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر اپنے پہلے بھائیوں کے منہ دیکھ لیں گے۔ اور اس روحانی جلسے میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہونگے جو انشاء اللہ القدیر وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہیں گے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ پر آنے والوں کے لیے کن باتوں کو لازم قرار دیا؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: لازم ہے کہ اس جلسے پر ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔ کم مقدرت احباب کیلئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی سے اِس جلسے میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں۔ اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایۂ خرچ سفر کیلئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دِقت سرمایۂ سفر

میسر آجاوے گا۔

سوال: جولوگ یہ خیال کرتے تھے کہ ان کے آنے سے حضرت مسیح موعودؑ پر بوجھ پڑتا ہے انہیں حضورؑ نے کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اس پر بوجھ پڑتا ہے۔ یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا۔ اسے ڈرنا چاہئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہوجائے تو ہمارے مہمات کا متکفل خدا تعالیٰ ہے۔ ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔ میں نے بعض کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دیں۔ ہم تو نکمے ہیں۔ یوں ہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں۔ وہ یہ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ ان کے پَیر یہاں جمنے نہ پائیں۔

سوال: حضور انور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیاری جماعت کے متعلق کن نیک خیالات کا اظہار فرمایا؟

جواب: حضور انور فرمایا: الحمدللہ! کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ یہ پیاری جماعت اس عشق و محبت کی وجہ سے اور اس تعلیم اور تربیت کی وجہ سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری کی ہے، آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک تڑپ کے ساتھ اس جلسہ میں شامل ہونے کی خواہش رکھتی ہے۔ اور جہاں خلیفۃ المسیح موجود ہو وہاں تو لوگ ضرور آنا چاہتے ہیں اور بڑی تڑپ کے ساتھ آتے ہیں، بڑے اخراجات کرکے آتے ہیں۔

سوال: اس زمانے میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے کون سی عظیم نعمت عطا فرمائی ہے؟

جواب: حضور مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ہم پر فضل اور احسان ہے کہ ایم ٹی اے جیسی نعمت ہمیں عطا فرمائی ہے اور آج دنیا کے کونے کونے میں احمدی گھر بیٹھے اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اس جلسہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ اور اس شکر کے ساتھ بے اختیار حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کیلئے بھی دعا نکلتی ہے جنہوں نے اس نعمت کو ہم تک پہنچانے کیلئے بے انتہا کوشش کی اور اس کو کامیاب کیا۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے ایمان کی درستی کے لیے کیا نصیحت فرمائی ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہوسکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔ کوئی سچا مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو۔ جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہوجائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہوکر اور جُھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے، اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصے کو کھالینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجے کی جوانمردی ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جماعت کی ترقی کے متعلق کیا خوشخبری عطا فرمائی؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اول ایک خفیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھی مجھے دکھایا گیا کہ مَیں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے۔ پھر وہ کشفی حالت وحی کی طرف منتقل ہوگئی۔ وہ تمام فقرات وحی الٰہی کے یہ ہیں: یُبْدِیْ لَكَ الرَّحْمٰنُ شَیْئًا اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ بِشَارَۃٌ تَلَقَّاھَا النَّبِیُّوْنَ۔ یعنی خدا جو رحمٰن ہے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے کچھ ظہور میں لائے گا۔ خدا کا امر آرہا ہے۔ تم جلدی نہ کرو۔ یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دی جاتی ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی حفاظت کے متعلق کیا الہام کیا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: جنوری 1903 کا ہی ایک الہام ہے: جَآءَنِیْ آئِلٌ وَّاخْتَارَ۔ وَاَدَارَ اِصْبَعَہٗ وَاَشَارَ۔ یَعْصِمُكَ اللّٰہُ مِنَ الْعِدَا وَیَسْطُوْ بِکُلِّ مَنْ سَطَا۔ فرمایا کہ آئل جبرائیل ہے۔ پھر اس کا ترجمہ یہ ہے کہ آیا میرے پاس آئل اور اس نے اختیار کیا یعنی چن لیا تجھ کو اور گھمایا اس نے اپنی انگلی کو اور اشارہ کیا کہ خدا تجھے دشمنوں سے بچاوے گا۔ اور ٹوٹ کر پڑے گا اس شخص پر جو تجھ پر اچھلا۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی تائید و نصرت عطا کرنے کے متعلق کیا الہام فرمایا؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: جنوری (1903) کا ایک الہام ہے۔ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْكَ۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ یَاجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ۔ مَیں فوجوں کے ساتھ تیرے پاس آؤں گا۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔ پہاڑو اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور جھک جاؤ اور اے پرندو تم بھی۔

سوال: اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عزت و اکرام عطا کرنے کے متعلق کیا الہام کیے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: 28/جنوری 1903 کو الہام ہوا: سَاُکْرِمُكَ اِکْرَامًا عَجَبًا۔ الہام میں عَجَبًا کا لفظ بتلاتا ہے کہ کوئی نہایت ہی مؤثر بات ہے۔ فروری 1903 آپ کو الہام ہوئے۔ سَنُنْجِیْكَ۔ سَنُعْلِیْكَ۔ اِنِّیْ مَعَكَ وَ مَعَ اَھْلِكَ۔ سَاُکْرِمُكَ اِکْرَامًا عَجَبًا۔ سُمِعَ الدُّعَاءُ۔ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْكَ بَغْتَۃً۔ دُعَاءُكَ مُسْتَجَابٌ۔ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔ وَاُصَلِّیْ وَاَصُوْمُ۔ وَاُعْطِیْكَ مَا یَدُوْمُ۔ ہم تجھے نجات دیں گے۔ ہم تجھے غالب کریں گے۔ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ۔ اور مَیں تجھے ایسی بزرگی دوں گا جس سے لوگ تعجب میں پڑیں گے۔ مَیں فوجوں کے ساتھ ناگہانی طور پر آؤں گا۔ مَیں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور تجھے وہ چیز دوں گا جو ہمیشہ رہے گی۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لیے کیا دعائیں کی ہیں؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں۔ خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کردیوے اور اُن کے ہمّ و غم دور فرمادے اور ان کی ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مُرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روز آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر اُن کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کُشا، یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔

......☆......☆......

وصـــایا

منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر ہذا کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

مسل نمبر 10136: مَیں کے.فصیلہ زوجہ مکرم ایس.امان اللہ صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 31 سال تاریخ بیعت 2010، ساکن 451 کستوری گارڈن (پیلّا یار پورم) کوروچی ڈاکخانہ سیڈ کو ضلع کوئمبٹور صوبہ تامل ناڈو، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 10/جولائی 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: 1 برسلیٹ 8 گرام، 1 جوڑی بالی 4 گرام، 3 انگوٹھیاں 6 گرام، طلائی ڈولر 2 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/500 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ایس.امان اللہ — الامۃ: کے.فصیلہ — گواہ: سید باشا

مسل نمبر 10137: مَیں این.ساجدہ زوجہ مکرم آئی.محمد زکریا صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 44 سال تاریخ بیعت 1979، موجودہ پتا: 21/17# مہا لچھمی نگر (کونیا موتھور) ضلع کوئمبٹور، مستقل پتا: ربوہ منزل، 70# سارا میدو مین روڈ ضلع کوئمبٹور صوبہ تامل ناڈو، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 4/جولائی 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: 2 سٹوڈ 6 گرام، چین 32 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: این.وسیم احمد — الامۃ: این.ساجدہ — گواہ: ایم.زی.شمائل احمد

مسل نمبر 10138: مَیں شاہینہ.ایم زوجہ مکرم ایچ.حکیم صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 38 سال تاریخ بیعت 2000، ساکن کوئمبٹور صوبہ تامل ناڈو، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 11/جولائی 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی 54 گرام 24 کیریٹ۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: ایچ.حکیم — الامۃ: شاہینہ.ایم — گواہ: ایم.شہاب الدین

مسل نمبر 10139: مَیں چیتابی زوجہ مکرم شیخ حسین صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 69 سال تاریخ بیعت 2003، ساکن محلہ مہدی آباد ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 30/اگست 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: ہار 2 تولہ، بالیاں، انگوٹھی 1 تولہ، (تمام زیورات 22 کیریٹ)، حق مہر -/500 روپئے بذمہ خاوند۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/9000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد حبیب اللہ — الامۃ: چیتابی — گواہ: طاہر احمد پونچھی

مسل نمبر 10140: مَیں کلثوم بیگم زوجہ مکرم پٹھان عبد اللہ خان صاحب، قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 68 سال تاریخ بیعت 2003، ساکن کاہلواں ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب، بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 3/ستمبر 2020 وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: بالیاں 1 تولہ 22 کیریٹ۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار -/1800 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد حبیب اللہ — الامۃ: کلثوم بیگم — گواہ: قاضی عطاء الحیٔ

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL

a desired destination for royal weddings & celebrations.

2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadrqadian.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57
ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly **BADAR** Qadian
Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA Qadian - 143516
Postal Reg. No. GDP/001/2019-20 Vol. 69 Thursday 1 - October - 2020 Issue. 40

MANAGER
NAWAB AHMAD
Mobile : +91 94170 20616
e -mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.700/- (Per Issue : Rs.11/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 25 ستمبر 2020ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد (برطانیہ)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا بلال مجھے بتاؤ جو سب سے زیادہ امید والا عمل تم نے اسلام میں کیا ہو کیونکہ میں نے بہشت میں اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلال نے کہا کہ میں نے اس سے زیادہ امید والا عمل اور کوئی نہیں کیا کہ جب بھی میں نے رات کو یا دن کو کسی وقت وضو کیا تو میں نے اس وضو کے ساتھ نماز ضرور پڑھی ہے جتنی بھی میرے لئے پڑھنا مقدر تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مجھے جنت کی طرف رات کو لے جایا گیا تو میں نے قدموں کی چاپ سنی میں نے کہا اے جبرئیل یہ قدموں کی چاپ کیسی ہے؟ جبرئیل نے کہا یہ بلال ہیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ اے کاش میں بلال کی ماں کے بطن سے پیدا ہوتا اے کاش بلال کا باپ میرا باپ ہوتا اور میں بلال کی طرح ہوتا۔ حضور انور نے فرمایا کیا اعلیٰ مقام ہے اُس بلال کا جسے ایک وقت میں حقیر سمجھ کر پتھروں پر گھسیٹا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر خواہش کر رہے ہیں کہ کاش میں بلال ہوتا۔

ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے مستورات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا وہ کام جو خدا کے لئے کرو گے باقی رہے گا پھر آپ نے فرمایا کہ آج ابوہریرہ کی اولاد کہاں ہے مکان کہاں ہیں کوئی جائداد نہیں اولاد نہیں ہم نہیں جانتے اولاد ہے کہ نہیں ہے۔ ہم نے نہ ان کی اولاد دیکھی نہ مکان دیکھے نہ جائداد دیکھی ہم جب ان کا نام لیتے ہیں تو کہتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ چند دن ہوئے ایک عرب آیا اس نے کہا کہ میں بلال کی اولاد میں سے ہوں اور اس نے معلوم نہیں سچ کہا تھا یا جھوٹ مگر میرا دل اس وقت چاہتا تھا کہ میں اس سے چمٹ جاؤں کہ یہ اس شخص کی اولاد میں سے ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی تھی۔ آج بلال کی اولاد کہاں ہے ہم نہیں جانتے کوئی اولاد ہے بھی کہ نہیں اور ہے تو کہاں ہے اس کے مکان کہاں ہیں اس کی جائداد کہاں ہے مگر وہ جو اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی تھی وہ اب تک باقی ہے اور باقی رہے گی اور یہ وہ نیکیاں ہیں جو باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔

حضرت بلال سے چوالیس احادیث مروی ہیں صحیحین میں چار روایات آئی ہیں ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تین لوگوں سے ملنے کی بہت مشتاق ہے اور وہ ہیں علی، عمار اور بلال۔

ایک دفعہ حضرت عمر حضرت ابوبکر کے فضائل بیان کر رہے تھے۔ آپ نے حضرت ابوبکر کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت بلال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ بلال جو ہیں ہمارے سردار ہیں اور حضرت ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں کیونکہ حضرت ابوبکر نے حضرت بلال کو غلامی سے آزاد کروایا تھا۔

عائذ بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت سلمان حضرت صہیب اور حضرت بلال کے پاس جو ایک مجمع میں تھے ابوسفیان آئے تو اس پر ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر اپنی جگہ پر نہ پڑیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے کہا کیا تم قریش کے معزز اور ان کے سردار کے بارے میں ایسا کہتے ہو؟ اس کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو یہ بات بتائی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر شاید تم نے انہیں ناراض کر دیا ہے۔ اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو یقیناً تم نے اپنے ربّ کو ناراض کیا۔

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا جبکہ آپ جعرانہ میں جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے قیام فرما تھے حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے ایک اعرابی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا نہ فرمائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو۔ اس پر بدوی کہنے لگا کہ مجھے یہ آپ بڑی دفعہ کہہ چکے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ اس نے بشارت کو ردّ کر دیا۔ پس تم دونوں یہ بشارت قبول کر لو۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے قبول کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا اس میں سے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اس سے کلی کی پھر فرمایا تم اس میں سے پی لو اور دونوں اپنے چہروں اور سینوں پر انڈیل لو اور خوش ہو جاؤ چنانچہ ان دونوں نے وہ پیالہ لیا اور ویسے ہی کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کرنے کا حکم فرمایا تھا تو پردے کے پیچھے سے حضرت ام سلمیٰ نے انہیں پکارا کہ جو تم دونوں کے برتن میں ہے اس میں سے کچھ اپنی ماں کیلئے یعنی حضرت ام سلمیٰ ام المؤمنین کے لئے بھی بچاؤ تو ان دونوں نے ان کیلئے اس میں سے کچھ بچا دیا۔

حضرت علی بن ابوطالب روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے سات نقیب عنایت فرمائے ہیں اور مجھے چودہ نقیب عطا ہوئے ہیں۔ ہم نے عرض کیا وہ کون ہیں حضرت علی نے کہا میرے دونوں بیٹے اور جعفر اور حمزہ اور ابوبکر اور عمر اور مصعب بن عمیر اور بلال اور سلمان اور مقداد اور ابوذر اور عمار اور عبداللہ بن مسعود۔

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال کیا ہی اچھا انسان ہے وہ تمام مؤذنوں کا سردار ہے اس کی پیروی کرنے والے صرف مؤذن ہی ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے لمبی گردنوں والے مؤذن ہی ہوں گے۔ حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال کتنا ہی اچھا انسان ہے کہ شہداء اور مؤذنوں کا سردار ہے اور قیامت والے دن سب سے لمبی گردن والے حضرت بلال ہوں گے یعنی بڑی عزت کا مقام ان کو ملے گا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی دی جائے گی اور وہ اس پر سوار ہوں گے۔ حضرت بلال کی اہلیہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ میرے پاس آئے اور سلام کیا فرمایا کیا بلال یہاں ہیں میں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لگتا ہے تم بلال سے ناراض ہو۔ میں نے کہا وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور وہ ہر بات پر یہی کہتے ہیں کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی بیوی کو فرمایا کہ بلال مجھ سے جو بات تم تک پہنچائیں وہ یقیناً سچی ہو گی اور بلال تم سے غلط بات نہیں کرے گا پس تم بلال پر کبھی ناراض نہ ہونا ورنہ اس وقت تک تمہارا کوئی عمل قبول نہ ہو گا جب تک تم نے بلال کو ناراض رکھا۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بلال کی مثال تو شہد کی مکھی جیسی ہے جو میٹھے پھلوں اور کڑوی بوٹیوں سے بھی رَس چوستی ہے مگر جب شہد بنتا ہے تو سارے کا سارا شیریں ہو جاتا ہے۔ حضرت بلال کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت بلال جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ اے اللہ تو میری خطاؤں سے درگذر فرما اور میری کوتاہیوں کے بارے میں مجھے معذور سمجھ۔

حضرت بلال سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے بلال غریبی میں مرنا اور امیری میں نہ مرنا میں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رزق تمہیں عطا کیا جائے اسے سنبھال کر نہ رکھنا اور جو چیز تم سے مانگی جائے اسے منع نہ کرنا میں نے عرض کی یا رسول اللہ اگر میں ایسا نہ کر سکا تو کیا ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ہی کرنا ہو گا ورنہ آگ ٹھکانہ ہو گی۔ حضور انور نے فرمایا یعنی کسی سائل کو دھتکارنا نہیں اور یہ نہیں کہ صرف جوڑتے رہو اور خرچ نہ کرو خرچ کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت بلال کی وفات حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بیس ہجری میں دمشق شام میں ہوئی۔ اس وقت حضرت بلال کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دمشق میں ایک دن کچھ لوگ اکٹھے ہوئے حضرت بلال بھی وہاں تھے۔ لوگوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ کے وقت میں بلال اذان دیا کرتا تھا ہم چاہتے ہیں کہ بلال پھر اذان دے۔ انہوں نے بلال سے کہا حضرت بلال نے کہا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد میں اذان نہیں دوں گا کیونکہ جب بھی میں اذان دینے کا ارادہ کرتا ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک میرے سامنے آ جاتا ہے میری جذباتی کیفیت ہو جاتی ہے اس لئے میں اذان نہیں دے سکتا۔ حضرت عمر بھی ان دنوں اتفاق سے دمشق میں آئے ہوئے تھے لوگوں نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ آپ بلال سے کہیئے کہ اذان دے۔ حضرت عمر نے بلال کو بلایا اور فرمایا لوگوں کی خواہش ہے کہ آپ اذان دیں۔ بلال نے فرمایا آپ خلیفہ وقت ہیں آپ کی خواہش ہے تو میں اذان دے دیتا ہوں لیکن میرا دل برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت بلال کھڑے ہو جاتے ہیں اور بلند آواز سے اسی رنگ میں اذان دیتے ہیں جس رنگ میں وہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اذان دیا کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ کو یاد کر کے آپ کے صحابہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور بعض کی چیخیں بھی نکل گئیں۔ حضرت بلال اذان دیتے چلے جاتے ہیں اور سننے والوں کے دلوں پر رسول کریم ﷺ کے زمانے کو یاد کر کے رقت طاری ہو جاتی ہے۔ حضرت بلال جب اذان ختم کرتے ہیں تو بیہوش ہو جاتے ہیں اور چند منٹ بعد فوت ہو جاتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: یہ تھے ہمارے سیدنا بلال جنہوں نے اپنے آقا و مطاع سے عشق و وفا کے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے دل میں بٹھانے اور پھر اس کے عملی اظہار کے وہ نمونے قائم کئے جو ہمارے لئے اسوہ ہیں ہمارے لئے پاک نمونہ ہے اور پھر آنحضرت ﷺ کی بھی اپنے اس غلام سے محبت و شفقت کی وہ داستانیں ہیں جن کی نظیر ہمیں دنیا میں کہیں اور نظر نہیں آ سکتی اور یہی وہ چیز ہے جو آج بھی محبت اور پیار کی فضاؤں کو پیدا کر سکتی ہے بھائی چاروں کو پیدا کر سکتی ہے اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ سکتی ہے۔ پس آج بھی ہماری نجات اسی میں ہے کہ توحید کے قیام اور عشق رسول عربی کے ان نمونوں پر قائم ہوں اللہ تعالیٰ اس کی ہمیں توفیق بھی عطا فرمائے۔ حضرت بلال کا ذکر آج یہاں ختم ہوتا ہے۔

خطبہ جمعہ کے آخر پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مولانا طالب یعقوب صاحب ابن محترم طیب یعقوب صاحب مبلغ سلسلہ ٹرینی ڈاڈ اینڈ ٹوباگو، مکرم انجینئر افتخار علی قریشی صاحب سابق وکیل المال ثالث اور نائب صدر مجلس تحریک جدید ربوہ، مکرمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ مولوی حکیم خورشید احمد صاحب آف پاکستان، مکرم محمد طاہر احمد صاحب ابن محمد منصور احمد صاحب نائب ناظر بیت المال قادیان اور عزیزم عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد انٹرنیشنل جامعہ گھانا کا ذکر خیر فرمایا اور ان کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔ ☆☆

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad